ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

24 تا 30 مئی 2001ء

☆ فلسطین پر اسرائیلی مظالم اور اُمت مسلمہ کی بے حسی (خطاب جمعہ)

☆ امریکہ چین کشمکش اور پاکستان......4 (تجزیہ)

☆ سود کے خاتمے کیلئے دینی جماعتوں کا الٹی میٹم: دیر آید درست آید (اداریہ)

خلافت کا حق دار کون؟

یہ انقلاب عظیم اور کمال انسانیت صرف اس بناء پر حاصل ہوا کہ جن لوگوں نے دین حق کو ایک ریاست' ایک نظام اور جامع قانون وشریعت کی شکل میں قائم کیا تھا وہ خود پہلے اسے اپنے قلب وضمیر اور اپنی زندگی میں قائم کر چکے تھے۔ اسے عقیدہ وفکر کے طور پر تسلیم کر چکے تھے' اپنے اخلاق کو اس سے آراستہ وپیراستہ کر چکے تھے' اپنی عبادات میں اسے سند دے چکے تھے اور اپنے معاملات میں اس کا سکہ رواں کر چکے تھے۔ اس دین کے قیام پر ان سے صرف ایک ہی وعدہ کیا گیا تھا۔ اس وعدہ میں غلبہ واقتدار عطا کر دینے کا کوئی جز شامل نہیں تھا' حتیٰ کہ یہ جز بھی شامل نہ تھا کہ یہ دین لازماً انہی کے ہاتھوں غالب ہوگا۔ ان سے جو کچھ کہا گیا وہ صرف اتنا تھا کہ اقامت دین کے عوض انہیں جنت ملے گی۔ .... یعنی فقط وعدۂ فردا!

جب اللہ تعالیٰ نے انہیں آزمائش کی بھٹی میں ڈالا اور وہ ثابت قدم رہے اور ہر نفسانی خواہش پر قابو یافتہ ہو گئے اور جب اللہ تعالیٰ نے جان لیا کہ وہ اس دنیا کے اندر اب کسی طور جزا اور صلہ کے منتظر نہیں ہیں۔ نہ انہیں اس کا انتظار ہے کہ یہ دعوت لازماً انہی کے ہاتھوں غلبہ حاصل کرے' اور یہ دین انہی کی قربانیوں اور کوششوں سے بالا وبرتر ہو۔ ان کے دلوں میں نہ آباء واجداد کا تفاخر باقی رہا' نہ قومی گھمنڈ کے جراثیم' نہ وطن وملک کی بڑائی کا جذبہ رہا اور نہ قبائلی اور نسبی عصبیتوں کی خوبو رہی۔ پس جب اللہ تعالیٰ نے انہیں ان خوبیوں سے آراستہ دیکھا تب جا کر ان کے حق میں یہ فیصلہ دیا کہ یہ لوگ اب ''امانتِ عظمیٰ'' (یعنی خلافت ارضی) کے بار کو اٹھا سکتے ہیں۔ یہ اس عقیدے میں کھرے ہیں جس کا تقاضا ہے کہ ہر طرح کی حاکمیت صرف خدائے واحد کے لئے مخصوص ہو' دل وضمیر پر' اخلاق وعبادات پر' جان ومال پر' اور حالات وظروف پر صرف اسی کی حاکمیت ہو۔ اللہ کو معلوم تھا کہ یہ اس سیاسی اقتدار کے سچے محافظ ثابت ہوں گے جو ان کے ہاتھوں میں اس غرض کے لئے دیا جائے گا تاکہ شریعت الٰہی کو نافذ کریں اور عدل الٰہی کو قائم کریں۔ مگر اس اقتدار میں سے ان کی اپنی ذات کے لئے یا اپنے قبیلے اور برادری کے لئے یا اپنی قوم کے لئے کوئی حصہ نہ ہو' بلکہ وہ سراسر اللہ تعالیٰ کے لئے خالص ہو اور اللہ کے دین اور اس کی شریعت کی خدمت کے لئے ہو۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ اس اقتدار کا منبع صرف اللہ ہے اور اسی نے ان کی تحویل میں دیا ہے۔

(سید قطب شہید کی کتاب ''معالم فی الطریق'' کے اردو ترجمہ ''جادہ منزل'' سے ایک اقتباس)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الھدیٰ

ڈاکٹر اسرار احمد

سورۃ البقرۃ (۱۸)

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ یَّقُوۡلُ اٰمَنَّا بِاللّٰہِ وَبِالۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَمَا ھُمۡ بِمُؤۡمِنِیۡنَ٥﴾

''اور لوگوں میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جو دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم ایمان رکھتے ہیں اللہ پر اور یوم آخر پر' درآں حالیکہ وہ مومن نہیں''۔

حضور اکرم ﷺ نے دعوت ایمان جب یہود کے سامنے رکھی تو ان کا دعویٰ یہ تھا کہ ہم اللہ اور اس کی توحید کو تو پہلے ہی سے مانتے ہیں' آخرت اور بعث بعد الموت پر بھی ہمارا ایمان ہے' ہم تو پہلے ہی سے مومن ہیں لہٰذا ہمیں مومن تسلیم کرو' آپؐ پر ایمان لانا کوئی ضروری تو نہیں! یہودیوں کا موقف تھا کہ ہم بنیادی اور ضروری ایمانیات یعنی توحید و آخرت پر ایمان رکھتے ہیں۔ ہمارا ایمان ہے کہ اللہ ایک ہے' اسی طرح قانونِ مکافات یعنی اچھے برے اعمال کی سزا و جزا پر ہمارا پختہ یقین ہے۔ یہ دو قدریں تو آپ کے اور ہمارے مابین مشترک ہیں' باقی رہ گیا کسی نبی یا رسول پر ایمان لانے کا مسئلہ تو یہ اشخاص کا معاملہ ہے جن کی کوئی خاص اہمیت نہیں۔ زیر درس آیت میں یہودیوں کے اس دعوے کی قلعی کھولی جا رہی ہے کہ محض توحید و آخرت پر ایمان لانے سے کوئی مومن نہیں بن جاتا بلکہ دائرہ ایمان میں داخلے کی پہلی شرط ہی یہ ہے کہ آخر الرسل محمد ﷺ پر بھی تہہ دل سے ایمان لایا جائے۔

آیت کے شروع میں ''مِنۡ'' تبعیضیہ ہے لہٰذا ''وَمِنَ النَّاسِ'' کا مطلب ہوگا ''لوگوں میں سے بعض ایسے بھی ہیں''۔ لفظ ''الناس'' کے بارے میں مفسرین کے ہاں مختلف آراء پائی جاتی ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ کی رائے ہے کہ یہ لفظ ''نسیان'' سے بنا ہے۔ سورۂ طٰہٰ کی آیت ۱۱۶ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿وَلَقَدۡ عَھِدۡنَاۤ اِلٰۤی اٰدَمَ مِنۡ قَبۡلُ فَنَسِیَ.....﴾ یعنی ''ہم نے آدم سے عہد لیا تھا لیکن وہ بھول گیا''۔ آپؓ کی رائے ہے کہ یہ لفظ افعلان کے وزن پر مبالغے کا صیغہ ''اِنۡسِیَان'' ہے جس سے ایک ''ی'' حذف ہوگئی تو ''انسان'' بن گیا۔

دوسری رائے ہے کہ لفظ ''انسان'' ''اُنس'' سے بنا ہے جو عربی کی طرح اردو زبان میں بھی باہمی محبت و الفت' ایک دوسرے سے قرب اور تعلق کے معنی میں عام مستعمل ہے۔ چونکہ انسان کے بارے میں مانا جاتا ہے کہ یہ مدنی الطبع حیوان ہے یعنی مل جل کر رہنا اور آپس میں مانوس ہو کر زندگی بسر کرنا اس کی طبیعت کا حصہ ہے' لہٰذا اس رائے کی رُو سے لفظ ''انسان'' انس سے بنا ہے۔ ''انس'' کی جمع ''اناسی'' ہے۔ اس پر ''اَلۡ'' لگا تو ''الاناس'' بنا اور پھر ''الناس'' بن گیا۔

تیسری رائے کے مطابق یہ لفظ ''اِنۡسَہ'' سے ماخوذ ہے جو دیکھنے کے معنی میں آتا ہے۔ قرآن مجید میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں آیا ہے: ﴿اٰنَسَ مِنۡ جَانِبِ الطُّوۡرِ نَارًا.....﴾ یعنی ''انہوں نے طور کے ایک جانب آگ دیکھی''۔ اس اعتبار سے ''انسان'' کے معانی ''دیکھنا'' کے ہیں۔ درحقیقت انسان بمقابلہ ''جن'' ہے۔ ''جن'' مخفی اور غیر مرئی کے معنی میں مستعمل ہے۔ ''جن'' چونکہ غیر مرئی اور نظر نہ آنے والی مخلوق ہیں اسی لئے وہ جن کہلاتے ہیں۔ انسان' انسان اس لئے کہلاتا ہے کہ وہ مرئی ہے' اسے دیکھا جا سکتا ہے۔

فرمانِ نبوی

چوھدری رحمت اللہ بٹر

اللہ کا دوست

عَنۡ اَبِیۡ ھُرَیۡرَہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی مَنۡ عَادٰی لِیۡ وَلِیًّا فَقَدۡ اٰذَنۡتُہٗ بِالۡحَرۡبِ وَمَا تَقَرَّبَ اِلَیَّ عَبۡدِیۡ بِشَیۡءٍ اَحَبَّ اِلَیَّ مِمَّا افۡتَرَضۡتُ عَلَیۡہِ وَمَا یَزَالُ عَبۡدِیۡ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اُحِبَّہٗ فَاِذَا اَحۡبَبۡتُہٗ کُنۡتُ سَمۡعَہُ الَّذِیۡ یَسۡمَعُ بِہٖ وَبَصَرَہُ الَّذِیۡ یُبۡصِرُ بِہٖ وَیَدَہُ الَّتِیۡ یَبۡطِشُ بِھَا وَرِجۡلَہُ الَّتِیۡ یَمۡشِیۡ بِھَا وَاِنۡ سَاَلَنِیۡ لَاُعۡطِیَنَّہٗ وَلَئِنۡ اسۡتَعَاذَنِیۡ لَاُعِیۡذَنَّہٗ (رواہ البخاری)

''حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جس نے میرے کسی ولی سے دشمنی رکھی تو اس کو میری طرف سے اس کے خلاف جنگ کا اعلان ہے۔ میرا بندہ میرا تقرب اس سے زیادہ کسی چیز سے حاصل نہیں کرتا جو میں نے اپنے بندوں کے لئے فرض قرار دیا ہے۔ (ان فرائض کی ادائیگی کے بعد) میرا بندہ میرا قرب حاصل کرتا ہے نوافل کے ذریعہ یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں اور جب وہ میرا محبوب بن جاتا ہے تو میں اس کے کان بن جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھیں بن جاتا ہوں جن سے وہ دیکھتا ہے اور میں اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں جن سے وہ پکڑتا ہے اور میں اس کے پاؤں بن جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے اور اگر وہ مجھ سے سوال کرے تو میں لازماً اسے عطا کر دیتا ہوں اور اگر میری پناہ میں آئے تو میں پناہ عطا کر دیتا ہوں''۔

اللہ اللہ کیسی شان ہے بندہ مومن کی کہ جب وہ اللہ کا بندہ بن جاتا ہے تو اللہ اس کا نگہبان بن جاتا ہے کہ اس کے ساتھ کسی کی دشمنی برداشت نہیں کرتا۔ اور اللہ کا بندہ بننے کی کلید اللہ تعالیٰ نے خود بیان فرما دی ہے اور وہ اس کے عائد کردہ فرائض کی ادائیگی ہے۔ جونہی کوئی انسان اللہ کی پابندیوں کو قبول کر لیتا ہے اور مالک کا مطیع و فرماں بردار بن جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا دوست بن جاتا ہے اور پھر اس دوستی میں مزید گہرائی حاصل ہو جاتی ہے اگر بندہ تمام معاملات میں فرائض سے بڑھ کر مباح کے دائرے میں بھی اپنا اختیار چھوڑ کر اللہ ہی کا ہو جائے اور اپنا بیشتر وقت' صلاحیت' وسائل اللہ کے دین کے لئے لگائے اور زبانی' بدنی اور مالی عبادات میں مشغول بھی رہے تو پھر تو کیفیت واقعی وہی بن گئی کہ اس کا جینا' مرنا اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہو گیا تو پھر اس کے کان' آنکھ' ہاتھ اور پاؤں جو بھی کرتے ہیں گویا اللہ کی منشاء کے مطابق ہونے کے ناطے اللہ ہی کی طرف منسوب ہو جاتے ہیں۔ جیسے جنگ بدر کے موقعہ پر جب اللہ کے رسول اللہ ﷺ اور ان کے ساتھی اپنی جانیں بھی اللہ کی راہ میں پیش کرنے پر آ گئے تو اللہ تعالیٰ نے فرما دیا کہ جو کچھ تم نے کیا ہے وہ گویا میرا ہی کیا ہوا ہے۔ اے مومنو! تم نے مشرکین کو قتل نہیں کیا' یہ تو میں نے کیا اور اے محبوب آپ نے ریت کی مٹھی نہیں پھینکی' وہ تو میں نے ہی پھینکی تھی۔ گویا مومن کا ہاتھ ہے اللہ کا ہاتھ۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی پوری زندگی میں اپنا مطیع و فرمانبردار بندہ بن کر زندگی گزارنے والا بنا دے۔ آمین!

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تحریک خلافت پاکستان کا نقیب

ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور

جلد 10 شمارہ 18
24 تا 30 مئی 2001ء
(۲۹ صفر المظفر تا ۵ ربیع الاول ۱۴۲۲ھ)

بانی : اقتدار احمد مرحوم
مدیر: حافظ عاکف سعید
نائب مدیر: فرقان دانش خان
معاونین: مرزا ایوب بیگ ' مرزا ندیم بیگ
نعیم اختر عدنان ' سردار اعوان
انور کمال میو
نگران طباعت : شیخ رحیم الدین

پبلشر: اسعد احمد مختار ' طابع: رشید احمد چوہدری
مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور
مقام اشاعت: 36۔کے ماڈل ٹاؤن لاہور
فون: 03-5869501 فیکس: 5834000
E-Mail:anjuman@tanzeem.org
Website:www.tanzeem.org

قیمت فی شمارہ : 5 روپے
زرتعاون (اندورن پاکستان) :
سالانہ 225 روپے' ششماہی 120 روپے
سالانہ زرتعاون (بیرون پاکستان):
☆ ایران' ترکی' اومان' مسقط' عراق' الجزائر' مصر
700 روپے (12 امریکی ڈالر)
☆ سعودی عرب' کویت' بحرین' قطر' امارات' بھارت'
بنگلہ دیش' افریقہ' ایشیا' جاپان' یورپ
900 روپے (15 امریکی ڈالر)
☆ امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا' نیوزی لینڈ
1400 روپے (25 امریکی ڈالر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ

فرقان دانش خان

سودی معیشت کے خلاف دینی جماعتوں کا محاذ: دیر آید' درست آید

وطن عزیز پاکستان کو قائم ہوئے آج ۵۴ برس ہونے کو آ رہے ہیں۔ لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ پاکستان نہ صرف ابھی تک نفاذِ اسلام کی اپنی حقیقی منزل کو حاصل نہیں کر پایا بلکہ ابھی کوسوں دور ہے۔ اگرچہ قرارداد مقاصد' علماء کے بائیس متفقہ نکات' ۱۹۷۳ء کے آئین کی اسلامی دفعات' وفاقی شرعی عدالت کا قیام اور سودی معیشت کے خاتمہ سے متعلق عدالت عظمیٰ کا فیصلہ اسی منزل کی جانب سفر کے سنگ ہائے میل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ لیکن ہمارے حکمران طبقہ کی بدنیتی اور دینی جماعتوں کی ناقص حکمت عملی کے باعث یہ سفر جاری نہیں رہ سکا۔ اس کے ذمہ دار جہاں ہمارے بعض مفاد پرست حکمران ہیں جنہوں نے اپنے غیر ملکی آقاؤں کی خوشنودی کی خاطر نفاذ اسلام کے عمل میں رکاوٹیں ڈالیں وہاں ہماری دینی و مذہبی جماعتوں سے بھی اس معاملے میں کوتاہی سرزد ہوئی ہے۔ قیام پاکستان کے بعد دینی جماعتوں سے ایک بڑی غلطی انتخابات میں حصہ لینے کی ہوئی جس کے باعث اسلام ایک سیاسی ایشو بن کر رہ گیا اور مذہبی طبقے کا ووٹ مختلف دینی جماعتوں میں تقسیم ہونے کے باعث ہمیشہ سیکولر سیاسی جماعتیں ہی انتخابات سے فائدہ اٹھاتی رہیں۔ دینی جماعتوں سے دوسری بڑی غلطی یہ ہوئی کہ انہوں نے کسی دینی ایشو پر متحد ہو کر تحریک چلانے کی بجائے بحالیٔ جمہوریت یا حکومتوں کی اکھاڑ پچھاڑ کے حوالے سے بننے والے سیاسی اتحادوں میں حصہ لیا جس کا فائدہ بھی سیکولر سیاسی طبقات کو ہوا اور اس افراتفری سے ملک کو کچھ حاصل ہوا نہ دینی جماعتوں اور دین کو۔ دوسری طرف اسلام کے عادلانہ نظام اجتماعی کے قیام میں تاخیر اور انگریز کے دیئے ہوئے غیر منصفانہ نظام کے تسلسل کا نقصان یہ ہوا کہ پاکستان کے عوام کی غریب اکثریت مسلسل ظلم کی چکی میں پس رہی ہے اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ان پر عرصۂ حیات تنگ سے تنگ تر ہوتا چلا جا رہا ہے۔ اخبارات میں آئے روز خودکشی کی خبریں اسی ظالمانہ نظام کی نحوست کا مظہر ہیں۔ اگرچہ موجودہ نظام میں انتظامی معاملات میں ناانصافیوں سے لے کر طویل عدالتی طریق کار کے باعث حصول انصاف میں تاخیر تک جیسے معاملات عوام کے مصائب میں اضافہ کا سبب ہیں لیکن ہمارے نزدیک معاشی ناہمواریاں اور تقسیم دولت کا غیر منصفانہ نظام ان کے سانس کی ڈور کو برقرار رکھنے میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ مغرب سے درآمد شدہ اس غیر منصفانہ نظام معیشت کی رگ جاں موجودہ سودی نظام ہے جس کے باعث ایک چھوٹا سا طبقہ خوش حال اور دولت مند ہو گیا جبکہ ان کے مقابلے میں عوام کی بڑی اکثریت مفلوک الحال اور غربت کا شکار ہے۔ ان حالات میں غریب عوام کے دکھوں کا واحد مداوا یہ ہے کہ اس پورے نظام کو جڑ سے اکھاڑ کر اسلام کا کامل عادلانہ نظام قائم و نافذ کر دیا جائے۔ ملک میں نفاذ اسلام کے جاری سفر کے ضمن میں ایک بڑی پیش رفت آج سے تقریباً دس سال قبل ہوئی جب وفاقی شرعی عدلت نے بنک انٹرسٹ کو ربا قرار دے کر سودی معیشت کے خاتمہ کے عمل کا گویا آغاز کر دیا۔ لیکن شومئی قسمت کہ اس وقت کی نواز حکومت نے سپریم کورٹ میں اس فیصلے کے خلاف اپیل دائر کر دی اور یوں یہ معاملہ التواء کا شکار ہو گیا۔ عدالتی فیصلہ آنے میں کئی برس لگ گئے حتیٰ کہ اپیل کرنے والی حکومت بھی نہ رہی اور موجودہ فوجی حکومت نے اقتدار سنبھال لیا۔ لیکن الحمدللہ کہ عدالت عظمیٰ کے شریعت اپیلٹ بنچ نے گزشتہ سال نہ صرف شرعی عدالت کے فیصلے کو برقرار رکھا بلکہ حکومت کو یکم جولائی ۲۰۰۱ء سے سودی معیشت کے خاتمہ اور اس کا متبادل نظام رائج کرنے کا پابند کیا۔ موجودہ حکومت جو سابقہ تمام حکومتوں سے زیادہ اسلام بیزار واقع ہوئی ہے اور جس نے پاکستان کی تاریخ میں پہلی بار نہ صرف نفاذ اسلام کے عمل کو روک دیا ہے بلکہ ڈی اسلامائزیشن کا عمل شروع کر دیا وہ بھلا کہاں چوکتی' اس نے بھی فوراً عدالت عظمیٰ کے اس فیصلے کے خلاف یو بی ایل کے ذریعے اپیل دائر کرا دی۔ تاہم حکومت کے اس اقدام پر دینی جماعتوں کا ردعمل چار سو پھیلے ہوئے باطل نظام کے اندھیاروں میں روشنی کی ایک کرن سے کم نہیں۔ کراچی میں دینی جماعتوں کے اجلاس میں قاضی حسین احمد' مولانا فضل الرحمٰن' مولانا شاہ احمد نورانی اور مولانا سمیع الحق سمیت بہت سے دینی رہنماؤں نے حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ یکم جولائی سے سودی نظام ختم کیا جائے ورنہ حکومت کے خلاف متحد ہو کر تحریک چلائی جائے گی۔ دینی جماعتوں کا کسی دینی ایشو پر متحدہ محاذ بنانے کا یہ اعلان دیر آید لیکن درست آید کے مصداق ہے۔ اس ضمن میں مولانا فضل الرحمٰن کی کوششیں انتہائی قابل قدر ہیں۔ دینی طبقات کے لئے یہ امر بھی باعث مسرت و اطمینان ہے کہ اس اعلان کے فوراً بعد انہی جماعتوں کا ۲۲ مئی کو لاہور میں دوسرا اجلاس ہوا جس میں ملک کی نو بڑی جماعتوں کے رہنما شریک ہوئے۔ اس اجلاس میں امیر تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد نے فرمایا کہ وفاقی وزیر مذہبی امور ڈاکٹر محمود غازی کو حکومت کے اس اقدام پر احتجاجاً مستعفی ہو جانا چاہئے۔ اور ملک بھر کے مسلمانوں کو یو بی ایل سے اپنے اکاؤنٹس ختم کر دینے چاہئیں۔ انہوں نے کہا کہ ملک میں اسلام اور سیکولرازم کے درمیان جاری کشمکش اب فیصلہ کن مرحلے میں داخل ہو چکی ہے۔ لہٰذا اس مقصد کے لئے دینی جماعتوں کا منظم ہونا ضروری ہے۔ اگرچہ اس معاملے میں قانونی طور پر دینی جماعتوں کی پوزیشن مضبوط ہے۔ لیکن اس کے لئے ٹھوس اور مستقل بنیادوں پر جدوجہد کی ضرورت ہو گی —— اگر دینی جماعتیں امیر تنظیم کی تجویز کے مطابق سود کے معاملے کی طرح دوسرے دینی معاملات پر بھی متحد ہو جائیں تو ملک میں نفاذ اسلام کی منزل زیادہ دور کی بات نہیں۔ ○○

فلسطین پر اسرائیلی مظالم اور اُمت مسلمہ کی بے حسی

مسجد دارالسلام باغ جناح لاہور میں امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کے ۱۸ مئی ۲۰۰۱ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

قرآن مجید کہتا ہے کہ یہودیوں پر اللہ کا غضب ہے لیکن اِس وقت ان پر اللہ کے غضب کے کوئی آثار نظر نہیں آتے۔ سیاسی یا معاشی اعتبار سے ان پر کہیں تنگی نہیں بلکہ پورا امریکہ اور یورپ ان کے پنجوں میں جکڑا ہوا ہے۔ آیئے غور کریں کہ قرآن کی اس آیت سے مراد کیا ہے' جہاں فرمایا:

''ان پر ذلت اور مسکنت تھوپ دی گئی اور وہ اللہ کا غضب لے کر لوٹے ہیں''۔ (البقرہ:۶۱)

ذلت کہتے ہیں کمزوری کو اور مسکنت کہتے ہیں کم ہمتی کو' جبکہ اللہ کے غضب سے مراد اللہ کی ناراضگی یا عذاب ہے۔ تاریخ ہمارے سامنے ہے۔ گزشتہ پچاس برس سے تو اگرچہ یہودیوں پر اللہ کے غضب کے کوئی آثار نہیں لیکن اس سے پہلے ان پر بڑے بڑے مصائب آئے ہیں۔ ہٹلر کے ہاتھوں لاکھوں یہودی قتل ہوئے۔ رومی جنرل ٹائٹس کے ہاتھوں ان پر عذاب کا نہایت خوف ناک کوڑا برسا۔ بخت نصر نے انہیں تاخت و تاراج کیا۔ لیکن آج معاملہ بالکل برعکس ہے۔ اس وقت پوری دنیا کی معیشت یہود کے کنٹرول میں ہے' سیاسی و عسکری اعتبار سے انہیں غلبہ حاصل ہے' یہی وجہ ہے کہ اسرائیل فلسطینیوں پر انتہائی ڈھٹائی سے ظلم کر رہا ہے اور اسے امریکہ اور اقوام متحدہ کی مکمل پشت پناہی حاصل ہے۔ حال ہی میں فلسطین کے مسئلہ پر سیکیورٹی کونسل کا اجلاس ہونے والا تھا لیکن امریکہ نے ویٹو کی دھمکی دے کر اسے منسوخ کرا دیا۔

خلیج کی جنگ کے بعد قیام امن کا جو عمل شروع ہوا تھا اور کلنٹن کے دباؤ کے تحت ایہود بارک نے اس درجے لچک کا مظاہرہ کیا کہ مسجد اقصیٰ لے لو لیکن گنبد صخرہ ہمارا ہوگا۔ لیکن آج صورت حال یہ ہے کہ دس برس سے جاری ان امن مذاکرات کا عمل ریورس ہو گیا ہے۔ اسرائیلی وزیر دفاع کا کہنا ہے کہ ہم اب جارحیت کا ہر راستہ اختیار کریں گے گویا اسرائیل نے فلسطینیوں کی کمر توڑنے کا عہد کر لیا ہے۔ افسوس ناک امر یہ ہے کہ فلسطینی تو ۴۰'۵۰ لاکھ ہوں گے' لیکن ان کے اردگرد موجود بیس کروڑ عرب ٹک ٹک دیدم' دم نہ کشیدم کے مصداق خاموشی سے فلسطینیوں کو ظلم کی چکی میں پستا دیکھ رہے ہیں' جبکہ عربوں کے علاوہ ایک ارب عجمی مسلمان بھی خاموش ہیں۔ ہمارا نقشہ تو یہ ہے کہ جیسے ہمارا کوئی عزیز اس دنیا سے جا رہا ہو اور ہم اس کے لئے کچھ نہ کر سکتے ہوں۔ بعینہٖ آج ہمارے سامنے فلسطین پر ظلم ہو رہا ہے اور پوری امت کی کم ہمتی کا یہ حال ہے کہ کسی ایک مسلمان ملک نے بھی کھل کر اسرائیل کے خلاف آواز نہیں اٹھائی۔

گویا وہ ذلت اور مسکنت آج ہم پر تھوپ دی گئی ہے جس کا مصداق کبھی یہودی ہوا کرتے تھے۔ آخر اس اشکال کا حل کیا ہے کہ قرآن نے یہودیوں پر جس ناراضگی کا اظہار کیا ہے وہ مسلمانوں پر کیوں مسلط ہو گئی؟ اور آج اسرائیل کیوں دندناتا پھر رہا ہے؟ سورہ آل عمران کی آیت ۱۱۲ کی رو سے اس اشکال کا حل یہ ہے کہ وقتی طور پر یہودی کسی دنیوی سہارے کے بل پر ذلت و مسکنت کی کیفیت سے نکل سکتے ہیں۔ چنانچہ آج سب جانتے ہیں کہ اسرائیل اپنے بل پر

> **اسرائیل فلسطینی مسلمانوں پر ظلم ڈھا رہا ہے اور پوری امت کی کم ہمتی کا حال یہ ہے کہ کسی ایک مسلمان ملک نے بھی کھل کر اسرائیل کے خلاف آواز نہیں اٹھائی**

نہیں کھڑا ہوا بلکہ امریکہ کے بوتے پر قائم ہے۔ اب تو نیٹو کی صورت میں پورا یورپ اسرائیل کی پشت پر ہے۔ اور وہ ان کے سہارے کھڑا ہے۔

اسی طرح اللہ کا قانون ہے کہ جس قوم پر اللہ کا فضل ہوتا ہے اسے اپنی کتاب سے نوازتا ہے' اسے شریعت دیتا ہے اور اپنے رسول کی امت بنا دیتا ہے۔ اس اعتبار سے اسے خیر امت کا منصب عطا کرتا ہے۔ لیکن وہ قوم اگر بے عملی کا مظاہرہ کرے' اس کی کتاب کو پیٹھ پیچھے پھینک دے' اس کی شریعت نافذ نہ کرے تو پھر اللہ کے نزدیک وہ چہیتی امت کافروں سے بھی بدتر ہو جاتی ہے۔ ہم سے پہلے یہود کے ساتھ یہ معاملہ ہو چکا ہے۔ اللہ نے یہود کو تمام جہان والوں پر فضیلت دی تھی لیکن جب ان کا عمل برعکس ہوا تو اللہ نے ان پر ذلت و مسکنت تھوپ دی۔ بعینہٖ آج یہ معاملہ ہمارا ہے۔ آج روئے زمین پر اللہ کی نمائندگی کا شرف امت مسلمہ کو حاصل ہے۔ امت محمدؐ کو قرآن میں دو جگہ خیر امت یا بہترین امت کہا گیا لیکن آج ہمارے اخلاق و کردار میں زوال آیا اور ہم نے یہود کی روش اختیار کی لہٰذا ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ کا مصداق آج ہم ہیں۔

ہم پر سے یہ ذلت و مسکنت اس وقت تک دور نہیں ہو سکتی جب تک ہم کسی ایک مسلمان ملک میں اسلامی نظام حقیقی معنوں میں قائم کر کے اللہ کی نمائندگی کا کم سے کم تقاضا پورا نہیں کرتے۔ اسی طرح مسلمانوں کو یہ بھی جان لینا چاہئے کہ امریکہ یا یو این او عالم اسلام کی مدد کیا کریں گے جبکہ امریکہ کی اپنی رگ جاں پنجۂ یہود میں ہے اور اقوام متحدہ کی حیثیت امریکہ اور یہود کے آلہ کار سے زیادہ نہیں۔ لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ عالم اسلام اقوام متحدہ سے علیحدگی اختیار کر کے اپنی الگ دولت مشترکہ قائم کرے اور اللہ کی شریعت کو نافذ اور دین حق کو قائم و غالب کیا جائے۔ آج اللہ کے دین سے غداری کے سب سے بڑے مجرم مسلمانانِ عرب ہیں' جبکہ دوسرے نمبر پر اس جرم کے مرتکب ہم پاکستانی مسلمان ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ پاکستان بھی پوری طرح یہود کے تشکیل کردہ اداروں آئی ایم ایف اور ورلڈ بنک کے چنگل میں ہے۔ عالمی مالیاتی استعمار پاکستان کی معاشی بدحالی سے فائدہ اٹھا کر یہاں سے اسلام کو دیس نکالا دینے کی فکر میں ہے اور ہماری حکومت پوری طرح ان کی آلہ کار بن چکی ہے۔ چنانچہ انسداد سود کے عدالتی فیصلہ کے خلاف اپیل' ملک کے تعلیمی نصاب سے قرآنی آیات کو خارج کرنا وغیرہ موجودہ حکومت کی ڈی اسلامائزیشن پالیسی کا حصہ ہیں' جس کے لئے پی ٹی وی کے ذریعے عریانی و فحاشی میں بھارت کے ٹی وی چینلز کو مات دے کر ملک میں بچی کھچی دینی روایات کو ختم کرنے کی سازش کی جا رہی ہے۔ پی ٹی وی کا سارا زور آزادیٔ نسواں کے نعرے کے گرد گھوم رہا ہے جبکہ حکومت بلدیاتی اداروں کے بعد اب صوبائی اور قومی اسمبلیوں میں بھی خواتین کی نمائندگی کے

اسی تناسب کو رائج کر کے خاندانی نظام کو تباہ کرنے اور دین و شریعت کی حدود کو پامال کرنے پر تلی ہوئی ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ دینی جماعتیں بے دینی کے اس سیلاب کو روکنے کے لئے متحد ہو کر بھرپور لیکن منظم اور پرامن تحریک چلائیں۔ لیکن افسوس کی بات ہے کہ اکثر دینی جماعتیں نہ صرف بلدیاتی الیکشن میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہی ہیں بلکہ خواتین کی سیٹوں کے حصول میں بھی ایک دوسرے سے بازی لے جانے کی کوشش کر رہی ہیں۔ مزید برآں قاضی حسین احمد اور فضل الرحمٰن خان صاحب نے بھی سود کے معاملہ میں حکومتی اپیل‘ فحاشی وعریانی یا خواتین کی ۳۳ فیصد نمائندگی کے خلاف تحریک چلانے کے بجائے مستقبل میں ’’حکومت گراؤ‘‘ کے ون پوائنٹ ایجنڈے پر عملدرآمد کا عندیہ دیا ہے۔ حالانکہ ماضی کی ۵۳ سالہ تاریخ گواہ ہے کہ جمہوریت کی بحالی یا حکومتوں کی اکھاڑ پچھاڑ سے آج تک دین یا دینی جماعتوں کو کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ حالات کی درستگی کا راستہ یہ ہے کہ دینی جماعتوں کا قومی سطح پر ایک متحدہ محاذ قائم ہو‘ جس کا ضابطہ کار معین ہو اور پھر یہ محاذ خالص دینی ایشوز پر تحریک چلا کر حکومت کو نفاذ اسلام کے لئے مجبور کرے۔ اس کے سوا کوئی اور راستہ اختیار کرنے سے اے آر ڈی کا تو فائدہ ہو سکتا ہے‘ دین یا ملک کا نہیں۔

ان حالات میں مشرف حکومت کو بھی چاہئے کہ جس طرح اس نے خارجہ پالیسی کے حوالے سے امریکہ کے مقابلے میں جرأت مندانہ قدم اٹھایا ہے اور امریکہ کی ناراضگی کا خطرہ مول لے کر چین کے ساتھ اپنے تعلقات کو مزید مستحکم کیا ہے‘ اسی طرح ورلڈ بنک اور آئی ایم ایف کے دباؤ کا مقابلہ بھی جرأت مندانہ انداز میں کرے اور پاکستان کے اسلامی تشخص کو کسی صورت بھی مجروح نہ ہونے دے۔

امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کی مفتی نظام الدین شامزئی سے ملاقات

امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد نے قرآن اکیڈمی کراچی میں مفتی نظام الدین شامزئی سے اپنے حالیہ دورۂ افغانستان کے تناظر میں ملاقات کی اور باہمی دلچسپی کے امور پر تبادلۂ خیالات کیا۔ دونوں رہنما اس بات پر متفق تھے کہ اتحادِ امت میں اصل رکاوٹ وہ تفرقہ وانتشار ہے جس کا سبب انا کے گنبد میں محصور قائدین امت ہیں۔ انہیں اپنی انا کے خول سے باہر نکل کر باہمی مفاہمت وتعاون کے جذبے کو پروان چڑھانا ہوگا۔ دونوں حضرات نے افغان عوام کو درپیش مصائب پر تشویش کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ہمیں ان سے وقتی تعاون کی بجائے ایسے ذرائع تلاش کرنے پڑیں گے جن میں تسلسل و دوام ہو۔ انہوں نے توقع ظاہر کی کہ اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے لئے علیحدہ علیحدہ کام کرنے والے قوتوں کو اللہ تعالیٰ بالآخر مجتمع کر دے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ!

(رپورٹ: محمد سمیع)

پریس ریلیز

گزشتہ ہفتے کے دوران اخبارات کو جاری کئے جانے والے امیر تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد کے بیانات

دست شناسی اور ستارہ شناسی پر یقین رکھنا اسلام کے منافی ہے: تنظیم اسلامی

۱۲ مئی: پامسٹ پروفیسر فضل کریم خان صاحب کی طرف سے شائع ہونے والے ایک پمفلٹ میں شامل امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کے ساتھ پروفیسر صاحب کی تصویر کے حوالے سے تنظیم اسلامی کے ترجمان نے کہا ہے کہ اس پمفلٹ سے یہ تاثر ملنے کا خدشہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب دست شناسی اور ستارہ شناسی جیسے علوم کے قائل ہیں۔ اگرچہ مذکورہ پمفلٹ میں پروفیسر صاحب کی یہ وضاحت موجود ہے کہ انہوں نے یہ تصویر محض عقیدت کی بنا پر شامل کی ہے تاہم یہ وضاحت کر دینا ضروری ہے کہ ڈاکٹر صاحب کے نزدیک ان علوم کی افادیت یا عدم افادیت سے قطع نظر اسلام کی رو سے ان علوم پر مبنی کسی دعویٰ کی اشاعت وتشہیر یا ان پر یقین رکھنا جائز نہیں ہے۔ تنظیم اسلامی کے ترجمان نے کہا کہ ہمارا یقین ہے کہ انسان پر جو بھی مصیبت یا تکلیف آتی ہے وہ اللہ کے اذن کے بغیر نہیں آتی اور نہ ہی اللہ کے اذن کے بغیر اسے کوئی رفع کر سکتا ہے لہٰذا اگر اصل توکل اور بھروسہ اللہ کے سوا کسی اور شے پر ہوگا تو گویا اسلام کی جڑ اور بنیاد ہی کٹ جائے گی۔

سودی نظام کے خاتمے کے لئے دینی جماعتوں کا الٹی میٹم خوش آئند ہے: ڈاکٹر اسرار احمد

۲۰ مئی: امیر تنظیم اسلامی وداعی تحریک خلافت ڈاکٹر اسرار احمد نے اس اخباری اطلاع پر اطمینان اور پسندیدگی کا اظہار کیا جس میں اہم دینی راہنماؤں قاضی حسین احمد‘ شاہ احمد نورانی‘ مولانا فضل الرحمان اور مولانا سمیع الحق نے مشترکہ طور پر حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ یکم جولائی سے عدالت عظمیٰ کے فیصلے کے مطابق سودی نظام کو ختم کر دیا جائے ورنہ حکومت کے خلاف متحد ہو کر تحریک چلائی جائے گی۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے اس مطالبہ کو ملک میں اسلامی نظام کے قیام کی جانب ایک خوش آئند قدم قرار دیتے ہوئے کہا کہ دینی رہنماؤں کو وقتی مسائل یا جمہوریت کی بحالی جیسے مطالبات میں اپنی قوت اور توانائی ضائع کرنے کی بجائے اسلامی نظام کے قیام کے یک نکاتی مطالبے پر زور دینا چاہیے جو ہمارے تمام مسائل کا اصل حل ہے۔ انہوں نے کہا کہ ضرورت اس امر کی ہے سودی نظام کے خاتمے جیسے دیگر خالص دینی معاملات پر دینی جماعتوں کا مستقل بنیادوں پر دینی محاذ قائم ہو‘ جس کا ضابطہ کار ماضی کی نظام مصطفیٰ تحریک کی طرح باقاعدہ معین ہو اور یہ محاذ کشمکش اقتدار سے الگ رہ کر ملک میں نفاذ اسلام کے لیے بھرپور لیکن منظم اور پرامن تحریک چلائے تو بہت کم عرصے میں ملک کو اس کی وہ حقیقی منزل حاصل ہو سکتی ہے جس کے لیے پاکستان حاصل کیا گیا تھا۔

مولانا سلیم قادری کا قتل فرقہ واریت کو ہوا دینے کی سازش کا حصہ ہے: امیر تنظیم اسلامی

۲۰ مئی: امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد نے سنی تحریک کے قائد مولانا سلیم قادری کے قتل پر افسوس ظاہر کرتے ہوئے کہا کہ ان کا قتل ملک کے دینی گروہوں کو باہم دست وگریبان کرنے کی پرانی سازش کا حصہ ہے تاکہ ملک میں امن و امان کی صورت حال خراب ہو اور دین پسند طبقات ان مسائل میں الجھ کر اصل مسائل کی طرف توجہ نہ دے سکیں۔ انہوں نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ مولانا سلیم قادری کے قاتلوں کو گرفتار کر کے قرار واقعی سزا دی جائے اور ان کی شہادت کے ذریعے ملک میں فرقہ واریت کو ہوا دینے کی اس سازش کو بے نقاب کیا جائے۔

تنظیم اسلامی کا آل پاکستان سالانہ اجتماع

جس میں بیرونِ پاکستان سے بھی بڑی تعداد میں رفقاء کی شرکت متوقع ہے‘ ان شاء اللہ العزیز
6 تا 8 نومبر 2001ء لاہور کے مضافات میں واقع فردوسی فارم (نزد سادھوکے) منعقد ہوگا۔

امریکہ چین کشمکش اور پاکستان (آخری قسط)

تجزیہ نگار کے نقطۂ نظر سے ادارہ کا کامل اتفاق ضروری نہیں

گزشتہ ہفتے کے کالم میں ہم نے یہ واضح کرنے کی کوشش کی تھی کہ پاکستان چاہے خود کو امریکہ کا کتنا بڑا حلیف ثابت کرنے کی کوشش کرے اور محاورے کی زبان میں چاہے امریکہ کے لئے آسمان سے تارے توڑ لائے لیکن امریکہ اس کا بہی خواہ نہیں بن سکتا اور یہ امریکہ کی ضرورت ہی نہیں مجبوری بھی ہے۔ مشترکہ مفادات کی بدولت امریکہ بھارت اسرائیل کی ایک ٹرائیکا وجود میں آ چکی ہے۔ اسرائیل مسلمان ممالک میں محصور ہے۔ وہ جانتا ہے کہ عربوں کا بچہ بچہ اس کا دشمن ہے اور اسے صفحہ ہستی سے مٹا دینا چاہتا ہے۔ عرب حکمران محض امریکہ کے خوف سے اور اپنے اقتدار کے تحفظ کی خاطر اس سے علیک سلیک رکھے ہوئے ہیں۔ دوسری طرف امریکہ اسرائیل کا ہوا دکھا دکھا کر

سینڈک پروجیکٹ کی تکمیل سے پاکستان خوشحال ہوگا

عربوں کو دونوں ہاتھوں سے لوٹ رہا ہے۔ دنیا بھر میں ہر چیز کی قیمتیں بڑھ رہی ہیں لیکن عرب کی زمین سے نکلنے والا تیل سستا ہے یعنی امریکہ اسرائیل کا محافظ ہے اور اسرائیل عرب میں امریکہ کی لوٹ مار کا ذریعہ بنا ہوا ہے۔ اسی طرح بھارت امریکہ کی ایک بہت بڑی منڈی ہے اور امریکہ جو اس وقت کساد بازاری کا بری طرح شکار ہے اس کے درجنوں نہیں سینکڑوں سرمایہ کار بھارت میں اندھا دھند سرمایہ کاری کر رہے ہیں۔ پھر دفاعی نکتہ نظر سے روس کے علاوہ صرف چین ایسا ملک ہے جس کے پاس بین البراعظمی میزائل ہیں جو واشنگٹن کو نشانہ بنا سکتے ہیں۔ روس تو امریکہ کے سامنے سجدہ سہو کر چکا ہے البتہ چین اپنی حملہ کرنے کی قوت میں اضافہ کر رہا ہے اور علاقے میں بھارت کے سوا کوئی اہل قوت نہیں ہے جو چین کا راستہ روک سکے۔ جبکہ بھارت کو امریکہ سے یہ مفاد ہے کہ پاکستان کے قیام سے بھارت ماتا کے ٹکڑے ہوئے۔ اس تقسیم کو وہ اپنے دھرم کے خلاف سمجھتا ہے اور ایک بار پھر اکھنڈ بھارت کے خواب دیکھ رہا ہے لہٰذا پاکستان کو نیست و نابود کرنا اس کا حقیقی ایجنڈا ہے اور پھر یہ کہ کشمیر اس کے لئے وبال جان بنا ہوا ہے۔ بھارت میں اس وقت کل ۲۲ عدد علیحدگی کی تحریکیں چل رہی ہیں۔ کشمیر آزاد ہوا تو یہ تحریکیں زور پکڑ جائیں گی اور بھارت کو ٹکڑے ٹکڑے ہونے سے بچانا بہت مشکل ہو جائے گا۔ ان حقائق کو پیش نظر رکھا جائے تو بھارت' اسرائیل اور امریکہ کا باہمی تعاون ان کے اپنے اپنے مفادات کا تحفظ کرتا ہے لیکن اس ٹرائیکا کو یہ فراموش نہیں کرنا چاہئے کہ پاک چین دوستی بھی اب محض جذباتی اور نعروں کی سطح تک محدود نہیں رہ سکتی۔ جنوبی ایشیا میں چین اور بھارت کے بعد پاکستان بھی ایٹمی قوت بن چکا ہے۔ چین اپنے محاصرے کو ناکام بنانے کے لئے پاکستان کی مدد حاصل کر سکتا ہے اور پاکستان

[illegible]

بھارت کی جارحیت سے بچنے کے لئے چین کا تعاون حاصل کر سکتا ہے۔ علاوہ ازیں پاکستان اور چین نظریاتی بُعد کے باوجود مشترکہ دشمن رکھنے کی وجہ سے ایک دوسرے کے فطری حلیف ہیں لہٰذا دونوں ممالک کے لئے باہمی تعاون کے سوا کوئی چارہ ہی نہیں۔ اگر کسی ایک ملک نے کسی وقتی مصلحت کے تحت دوسرے ملک کو دھوکہ دینے کی کوشش کی تو یہ طرزِ عمل خود اس کی اپنی تباہی کا باعث بن سکتا ہے۔ ہم یہ بات زور دے کر اس لئے کہہ رہے ہیں کہ امریکہ نے توقعات کے عین مطابق ترغیبات کا جال پھر بچھانا شروع کر دیا ہے اور دھونس دھاندلی کا سلسلہ بھی شروع ہو گیا ہے۔ مثلاً سی ٹی بی ٹی پر دستخطوں کے لئے اب کوئی دباؤ نہیں۔ عالمی بینک

بھارت' امریکہ اور اسرائیل گٹھ جوڑ کی بنیاد اسلام دشمنی ہے

نے پاکستان کے لئے امداد کے واضح اشارے دیئے ہیں۔ بش انتظامیہ کی نئی نائب وزیر خارجہ نے یہاں تک کہہ دیا ہے کہ پاکستان اور بھارت پر پابندیاں عائد کرنے کا فیصلہ ہی غلط تھا۔ سب سے بڑی اور حیران کن بات یہ ہوئی ہے کہ امریکہ کے وزیر خارجہ کولن پاول نے پہلی مرتبہ کھل کر کہا ہے کہ امریکہ بھارت سے قائم ہونے والے نئے تعلقات کو کشمیر کا مسئلہ حل کرانے کے لئے استعمال کرے گا۔ ماضی میں بھی جب کبھی امریکہ کو پاکستان سے مطلب براری مقصود ہوتی تھی تو وہ کشمیر کا مسئلہ حل کرا دینے کی جھلکی دکھاتا' جس کی سب سے بڑی اور واضح مثال ۱۹۶۲ء میں بھارت چین سرحدی جھڑپوں کے موقع پر پاکستان کو کشمیر پر مذاکرات کا جھانسہ دے کر کسی فوجی کارروائی سے روکنا تھا۔ پاکستانی حکمرانوں کے لئے مسئلہ کشمیر کے حل میں بڑی کشش ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ ایسی صورت میں ان کے اقتدار کو دوام حاصل ہو جائے گا لہٰذا شکاریوں نے پھر وہی جال بچھایا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے حکمرانوں کو صحیح فہم عطا کرے تاکہ وہ دوست اور دشمن میں پہچان کر سکیں۔ دوسری طرف پاکستان کو روگ ملک قرار دینے کی دھمکیاں بھی دی

گوادر پورٹ اور کوسٹل ہائی ویز کی تعمیر سے پاکستان کو دفاعی گہرائی حاصل ہوگی

جا رہی ہیں۔

اس تجزیہ کے اختتام پر ہم قارئین ندائے خلافت کو امریکہ اور چین کی طرف سے پاکستان کو امداد کی نوعیت کی تفصیل بتانا چاہتے ہیں تاکہ وہ جان سکیں کہ حقیقی دوستانہ امداد کیا ہے اور مدد کی آڑ میں دشمنی کس طرح کی جاتی رہی ہے۔ امریکہ نے تین شعبوں میں خصوصی طور پر ہمیں ایڈ دی۔

۱) پی ایل ۴۸۰ کے تحت غذائی امداد جس پر امریکی اور پاکستانی ہینڈ شیک دکھایا جاتا تھا لیکن حقیقتاً یہ سخت شرائط کے تحت ایک قرض ہوتا تھا اور بعض اوقات شرائط سیاسی ہوا کرتی تھیں۔

۲) فیملی پلاننگ کے شعبہ میں بڑی بڑی کثیر رقمیں مخصوص مقاصد کے تحت دی گئیں جس سے بے حیائی اور بے راہ روی میں بہت اضافہ ہوا۔ یاد رہے کہ ہر قسم کی امداد کے ساتھ مشیروں کی فوج ہوتی تھی جن کی بڑی بڑی تنخواہیں پہلے ہی امداد میں سے منہا کر لی جاتی تھیں۔

۳) امریکی امداد کا تیسرا شعبہ دفاعی شعبہ تھا۔ یہ حقیقت ہے کہ امریکہ سے حاصل کی جانے والی فوجی امداد سے

ہمیں اپنے دفاع کو مضبوط کرنے میں مدد ملی۔ لیکن یہ مدد بھی ہماری محبت میں نہیں کی گئی تھی بلکہ اصل مسئلہ یہ تھا کہ امریکہ پر سوویت یونین کو نیچا دکھانے کا بھوت سوار تھا۔ وہ کمیونزم کو ختم کر کے سرمایہ دارانہ نظام کو واحد کامیاب نظام کے طور پر پیش کرنا چاہتا تھا۔ پھر یہ کہ پاکستان کا دفاع مضبوط کرنے سے سوویت یونین کی گرم پانیوں تک پہنچنے کی خواہش کو بھی روکا جا سکتا تھا۔ جونہی سوویت یونین کا خطرہ ٹلا' پاکستان کی فوجی امداد نہ صرف بند کر دی گئی بلکہ F-16 کا وہ سودا بھی منسوخ کر دیا گیا جس کی ایڈوانس رقم امریکہ وصول کر چکا تھا۔ دفاعی شعبہ میں بھی امریکہ نے ہمیں تیار شدہ مال فروخت کیا اور ٹیکنالوجی منتقل کرنے سے ہمیشہ صاف انکار کر دیا۔

چین نے ہمیشہ ہماری ٹھوس مدد کی اور کوشش یہ کی کہ پاکستان سے ایسا تعاون کیا جائے کہ وہ ہر شعبہ میں اپنے پاؤں پر کھڑا ہو۔ ۱۹۷۸ء میں ایروناٹیکل اور ہیوی الیکٹریکل کمپلیکس کی تعمیر ہوئی۔ ۱۹۸۰ء میں ہیوی مکینکل کمپلیکس اور ہیوی ری بلڈ فیکٹری لگائی گئی۔ پھر سائنس' ٹیکنالوجی' ذرائع آمد و رفت کی ترقی میں مدد دی گئی۔ توانائی کے شعبہ میں چین نے پاور سٹیشن اور پاور پلانٹ لگانے میں تعاون کیا۔ قصہ کوتاہ' ماضی میں ایسے بہت سے منصوبوں میں مدد کی جو اقتصادی اور دفاعی لحاظ سے بہت مفید رہے۔ چینی وزیر اعظم کے حالیہ دورۂ پاکستان میں بھی دونوں ممالک کے درمیان بہت سے معاہدے ہوئے ہیں۔ ان میں سے اگرچہ ہر ایک پاکستان کے نقطہ نظر سے بہت مفید ہے لیکن گوادر پورٹ اور کوسٹل ہائی ویز کی تعمیر پاکستان میں نہ صرف اقتصادی انقلاب برپا کر سکتی ہے بلکہ دفاعی لحاظ سے بھی انتہائی فائدہ مند ثابت ہو سکتی ہے۔

گوادر پورٹ کی تعمیر سے پاکستان کی بحریہ کا صرف کراچی پر انحصار ختم ہو جائے گا۔ اگرچہ ہماری بحریہ کے ایک انتہائی اعلیٰ عہدے دار نے خود راقم کو یہ بتایا کہ یہ انتہائی گمراہ کن پروپیگنڈہ ہے کہ بھارت جب چاہے کراچی کی بندرگاہ کو بلاک کر سکتا ہے' پھر بھی پاکستان کا یہ واحد دفاعی بحری اڈا ہر وقت خطرے اور دباؤ کی کیفیت سے دوچار رہتا ہے۔ اوڑمارہ میں تعمیر ہونے والے بحری مراکز بھی ہماری تمام دفاعی ضروریات پوری نہیں کر سکتے۔ گوادر پورٹ کی تعمیر سے ہمیں دفاعی گہرائی حاصل ہو گی۔

چین کے تعاون سے بننے والا دوسرا انتہائی مفید منصوبہ کوسٹل ہائی وے کی تعمیر ہے جو کراچی سے شروع ہو کر گوادر تک جائے گی۔ اس ہائی وے کی ذیلی شاخیں بالائی سندھ میں پھیلتی چلی جائیں گی جس سے پاکستان کے دفاع میں مزید گہرائی پیدا ہو جائے گی۔ اس وقت صورت حال یہ ہے کہ پاکستان کی واحد کمیونیکیشن لائن (شاہراہ پاکستان) اور ریلوے لائن دریائے سندھ کے پہلو بہ پہلو چلتی ہے جس کا سب سے کمزور مقام ریتی رحیم یار خان ہے جو ہر وقت بھارتی توپوں کی زد میں رہتا ہے۔ بھارت کسی بھی وقت حملہ کر کے بالائی حصوں کو ذیلی حصوں سے کاٹ سکتا ہے جس سے پاکستان کی افواج دو حصوں میں تقسیم ہو کر رہ جائیں گی اور ان کا باہمی ربط منقطع ہو جائے گا۔

چین پاکستان تعلقات کا ذکر کرتے ہوئے سینڈک پراجیکٹ کا ذکر نہ کرنا بڑی زیادتی ہو گی۔ پاکستان نے دو آسٹریلوی کمپنیوں کی آفرز کو مسترد کرتے ہوئے یہ منصوبہ چین کے سپرد کیا ہے۔ پاکستان میں کان کنی کا یہ پہلا معاہدہ ہے۔ یہ چین کو دس سال کی لیز پر دیا گیا ہے۔ اس معاہدے کے تحت چین پاکستان کو دھاتوں کو الگ کرنے کی ٹیکنالوجی بھی مہیا کرے گا۔ یہ معاہدہ اگر پایہ تکمیل کو پہنچ گیا تو نہ صرف بلوچستان بلکہ سارے پاکستان میں خوشحالی لانے کا باعث بنے گا۔ یہاں یہ ذکر کر دینا از حد ضروری ہے کہ برطانوی فرموں نے کوسٹل ہائی وے تعمیر کرنے کا ٹھیکہ حاصل کیا تھا لیکن اتنا عرصہ گزر جانے کے باوجود ایک اینٹ بھی نہ لگائی۔ اسی طرح امریکہ نے مکران کے ساحل پر سروے میں سات سال ضائع کر دیئے' مقصد صرف یہ تھا کہ پاکستان اپنی اقتصادی ترقی اور دفاعی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے کسی دوسرے ملک کا تعاون حاصل نہ کر سکے۔

ان تمام حقائق کے باوجود اگر ہمارے موجودہ اور مستقبل کے حکمرانوں نے امریکہ اور یورپ کی طرف دیکھنا نہ چھوڑا تو ملک کی اس سے بڑی بدقسمتی کوئی نہیں ہو گی اور شاید قدرت بھی ہمیں کوئی مزید موقع نہ دے۔ ہماری ترقی اور بقا کا واحد راستہ ''اپنی مدد آپ'' کا اصول اپنانا ہے۔ علاوہ ازیں ہمیں دوست و دشمن میں تمیز کرنے کا صحیح شعور پیدا کرنا ہو گا۔ (تمام شد)

KHALID TRADERS
NATIONAL DISTRIBUTORS
NTN
BEARINGS
IMPORTERS - INDENTORS - STOCKISTS & SUPPLIERS OF WIDE VARIETY OF BEARINGS, FROM SUPER - SMALL TO SUPER - LARGE

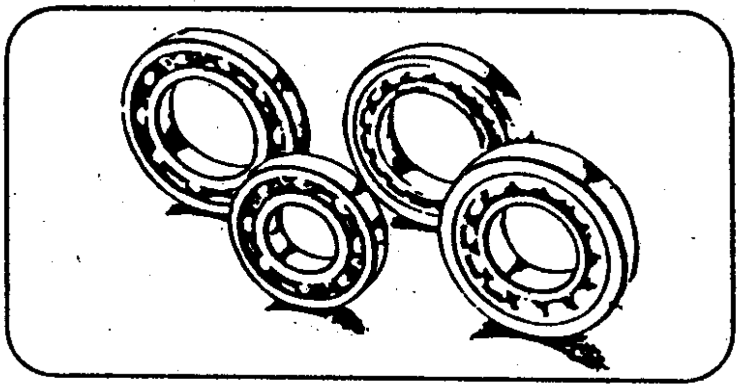

PLEASE CONTACT

Opp. K.M.C. Workshop, Nishtar Road, Karachi-74200, Pakistan.
G.P.O. Box #. 1178 Phones : 7732952 - 7730595 Fax : 7734776 - 7735883
E-mail : ktntn@poboxes.com

FOR AUTOMOTIVE BEARINGS : SIND BEARING AGENCY, 64 A-65 Manzoor Square Noman St. Plaza Quarters Karachi-74400(Pakistan)
Tel : 7723358-7721172

LAHORE : 5 - Shahsawar Market, Rehaman Gali No. 4, 53-Nishtar Road, Lahore-54000, Pakistan. Phones: 7639618,7639718,7639818, Fax: (42) : 763-9918

GUJRANWALA: 1-Haider Shopping Centre, Circular Road, Gujranwala Tel : 41790-210607

WE MOVE FAST TO KEEP YOU MOVING

تنظیم اسلامی کے وفد کا دورۂ بنگلہ دیش

(آخری قسط)

محمد رشید عمر

یہاں سے نکل کر حرکۃ الخلافہ کے دفتر کی طرف آ رہے تھے تو یونیورسٹی کے دو طلباء صرف پتلونیں پہنے' ایک نے پورے جسم پر سنہری رنگ کا اور دوسرے نے سلور رنگ کا پینٹ کیا ہوا تھا' سڑک پر الٹی سیدھی حرکتیں کرتے ہوئے لوگوں کی نگاہوں کا تماشہ بننے کی کوشش کر رہے تھے۔ آگے چوک میں مجیب الرحمٰن کا مجسمہ جس کے نیچے اس کے دوسرے کامریڈوں کے مجسمے تھے' گاڑے ہوئے تھے۔ اس طرح پورے پارک میں دوسرے لوگوں کے اوپر کے جسم کے مجسمے ایسے گاڑے ہوئے تھے جیسے وہ اس پارک میں اگے ہوئے ہوں۔

سوا بارہ بجے مرکزی حرکۃ الخلافہ بنگلہ دیش کے دفتر پہنچے۔ یہ دفتر شاہی قلعہ ڈھاکہ کے عقب میں واقع ہے۔ ۱۹۸۱ء میں محمد اللہ حافظ جی حضور کی قیادت میں اس کا قیام عمل میں آیا۔ اس وقت ان کے بیٹے احمد اللہ اشرف امیر اور نائب امیر کے عہدے پر ظفر اللہ خاں صاحب کام کرتے ہیں۔ مرکزی دفتر میں ظفر اللہ خاں صاحب سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے بتایا کہ رکنیت حاصل کرنے کے لئے ایک فارم پر کرنا پڑتا ہے۔ عوامی رابطے کے لئے ہر علاقے میں دینی محافل' قرآن' سیرت رسول محافل کے علاوہ سیاسی اور تبلیغی جلسے منعقد کئے جاتے ہیں۔ اس وقت بھی رمضان کے سلسلے میں ایک اشتہار کی عبارت تیار کرنے میں مشغول تھے' جس کے ذریعے احترام رمضان کی اہمیت کو اجاگر کیا جا سکے۔ انہوں نے بتایا اگرچہ ۱۹۸۶ء کے الیکشن میں حافظ جی حضور نے صدارتی امیدوار کے طور پر دوسری پوزیشن حاصل کر کے علماء کے وقار کو بلند کیا لیکن بعد میں آنے والوں نے اختلافات میں پڑ کر اپنے وقار اور قوت کو کم کیا۔ آج الیکشن میں حصہ لینے کے اعتبار سے سوائے جماعت اسلامی کے باقی دینی جماعتوں کی معاشی حالت کمزور ہے۔ انہوں نے مزید بتایا کہ لوگ ہم سے دعا لیتے ہیں' ووٹ نہیں دیتے۔ ڈاکٹر عبدالخالق صاحب نے ان کے سامنے انقلابی طریق کار کی وضاحت کی۔ یہاں سے بذریعہ رکشہ بوڑھی گنگا کے پار احمد اللہ اشرف کے مدرسہ جامعہ نوریہ اسلامیہ اشرف آباد کمرنگیر چر پہنچے۔ نماز ظہر کا وقت ہو رہا تھا' وضو کر کے مدرسہ کی مسجد میں آئے۔ مولانا احمد اللہ اشرف صاحب سے ہمارا تعارف ہوا۔ نماز کے بعد احمد اللہ اشرف صاحب نے تنظیم اسلامی کے ناظم اعلیٰ کو خوش آمدید کہا اور نمازیوں کے سامنے جن میں اکثریت مدرسہ کے طلباء کی تھی' اظہار خیال کی دعوت دی۔ ڈاکٹر صاحب نے سورہ آل عمران کی آیات کی روشنی میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی اہمیت واضح کرتے ہوئے بتایا کہ آج کے دور میں مروجہ انتخابی راستے سے ہٹ کر اپنی قوتوں کو جمع کر کے حکومت وقت کو نفاذ اسلام کے لئے مجبور کرنا ہوگا۔ ان کے خطاب کے بعد احمد اللہ اشرف صاحب نے اظہار خیال کرتے ہوئے فرمایا کہ حافظ جی حضور بالکل انہی خطوط پر کام کر رہے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ تعلیم و تربیت اور تنظیم کو اختیار کرتے ہوئے آگے بڑھیں اور بغیر توڑ پھوڑ کے مطالبات کی جنگ لڑیں۔ حافظ جی حضور کا پروگرام جہاں ہوتا تھا اس علاقے میں سینما بند ہو جاتے تھے۔ آج علماء نے اپنا کردار خراب کر لیا ہے' جس کی وجہ سے عوام میں ان کی پذیرائی نہیں ہو رہی۔ ہماری اور آپ کی آراء میں اتفاق ہے۔ یہ محفل سوا دو بجے اختتام کو پہنچی۔ بعد میں انہوں نے ماحضر سے دوپہر کے کھانے کی ضیافت کی۔ ان کی سادگی اور صاف گوئی متاثر کن تھی۔

بعد نماز مغرب خلافت مجلس بنگلہ دیش کے دفتر پہنچے۔ یہاں ان کے سیکرٹری اے آر ایم عبدالمتین صاحب سے تفصیلی ملاقات ہوئی۔ اس جماعت کے امیر مولانا عزیز الحق جبکہ نائب امیر عبدالقادر بجو ہیں۔ یہاں سے ٹکا پاڑہ محمد پور رابطہ عالم اسلامی کے عبدالواحد سے ملاقات کے لئے بذریعہ رکشہ گئے۔

یہاں قریب ہی بہاری کیمپ ہے۔ بہاری لوگ برلب سڑک چھوٹے موٹے کاروبار اور دکانداری سے اپنے روزگار کا سلسلہ چلاتے ہیں۔ انہوں نے پرتکلف کھانے کا بندوبست کیا ہوا تھا جس میں مچھلی' کبوتر' بریانی اور انڈے شامل تھے۔ یہاں ان کے دوست حفیظ الرحمٰن صاحب جو یو اے ای ایمبیسی میں کام کرتے ہیں' سے ملاقات ہوئی۔ وہ عربی کے ماہر ہیں۔ رات کو دیر سے ہوٹل واپسی ہوئی۔

۲۲ نومبر کو تقریباً دس بجے صبح رفیق الاسلام ارمانی ہوٹل تشریف لائے۔ ان کے ہمراہ مولانا ثمیر الدین صاحب کے گھر جانے کے لئے نکلے۔ جب وہاں پہنچے تو معلوم ہوا کہ مولانا ہمیں لینے کے لئے ہوٹل جا چکے ہیں۔ ان کی غیر موجودگی میں ان کے برادر نسبتی نے مچھلی چاول اور چاول کے تلے ہوئے میٹھے لذیذ بسکٹوں سے تواضع کی۔ مولانا صاحب نے گھر میں ایک کمرے کو دارالمطالعہ بنایا ہوا ہے۔ اس میں تنظیم کی کتب جو انہوں نے ترجمہ کے بعد چھپوائی ہوئی ہیں' ان کا سٹاک بھی موجود تھا۔ یہ گھر مرکز شہر سے ذرا دور تین منزلہ عمارت میں تین کمروں کے ایک فلیٹ پر مشتمل ہے۔ اس کے بعد دھان منڈی ایک بزنس مین سے ملنے گئے۔ راستے میں شیخ مجیب الرحمٰن کے گھر جس کو اب میوزیم کی شکل دی گئی ہے' کے سامنے سے گزرے۔ تقریباً ۲ بجے واپس ہوٹل پہنچے۔ یہاں مولانا ثمیر الدین صاحب موجود تھے۔ اس کے بعد پونے تین بجے تک حلقہ احباب میں سے آٹھ افراد جو انقلابی فکر کو لے کر چلنے کے لئے تیار تھے' ہوٹل کے کمرہ نمبر ۲۰۳ میں جمع ہو گئے۔ باقاعدہ میٹنگ کا آغاز ہوا۔ حافظ عبدالمالک صاحب نے تلاوت قرآن پاک کی۔ اس کے بعد ڈاکٹر عبدالخالق صاحب نے اقامت دین کی فرضیت و اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے واضح کیا کہ یہ ہماری ذمہ داری ہے۔ اس کو تحریک کی شکل میں لے کر چلنے کے لئے ایک نظم کی ضرورت ہے۔ امید ہے کہ آپ حضرات اس ضرورت کو پورا کریں گے۔ چنانچہ اس مقصد کے لئے مولانا ثمیر الدین صاحب کو داعی' رفیق الاسلام ارمانی صاحب کو سیکرٹری اور حافظ عبدالمالک صاحب کو خزانچی کے عہدے تفویض کئے گئے۔ بنگلہ دیش میں تنظیم اسلامی کے بجائے ''تنظیم الاسلام'' کہا جائے گا۔ دین کے کام میں مالی تعاون کی اہمیت واضح کرنے کے بعد سب حضرات سے ماہانہ زرتعاون ادا کرنے کا وعدہ لیا گیا۔ ہر ایک نے اپنے ذمہ ماہانہ رقم کی ادائیگی خود طے کی۔ کل ملا کر ۱۸۰۰ ٹاکا کی رقم بنی' جو نشر و اشاعت اور دیگر دعوتی مقاصد میں استعمال ہوگی۔ اس فنڈ کی ابتداء راقم نے ۵۰۰ روپے اور ڈاکٹر عبدالخالق صاحب نے ۵۰۰ روپے سے کی۔ اس کے بعد نماز عصر ادا کی گئی۔ نماز عصر کے فوراً بعد شام چار بج کر بیس منٹ پر ہوٹل کے سیمینار ہال میں تقریباً ۳۰ احباب جمع ہو گئے' جس میں تازہ قائم شدہ نظام کے تحت پہلا دعوتی اجلاس ہوا۔ اس کا آغاز حافظ عبدالمالک صاحب کی تلاوت قرآن سے ہوا۔ اس کے بعد سیکرٹری رفیق الاسلام ارمانی نے مولانا ثمیر الدین صاحب کو دعوت خطاب دی۔ انہوں نے بنگلہ دیش میں تنظیم الاسلام کے قیام کے اغراض و مقاصد حاضرین کے سامنے رکھے۔ ان کے بعد ڈاکٹر عبدالخالق صاحب نے انقلابی دعوت کا طریق کار وضاحت سے پیش کرتے ہوئے کہا کہ بیلٹ اور بلٹ سے اعراض کرتے ہوئے صرف مطالبات کے ذریعے حکومت پر دباؤ ڈالنے کا راستہ موجودہ حالات میں کارآمد ہے۔ اس پر چلتے ہوئے ہم زیادہ سے زیادہ اقرب الی السنہ رہ سکتے ہیں۔ اور سیاست کے مروجہ طریقوں کی آلودگیوں

سے دامن کو صاف رکھتے ہوئے منزل حاصل کر سکتے ہیں۔

مہمانوں کی تواضع چائے اور سینڈوچ سے کی گئی۔ اس دوران حاضرین کی طرف سے جو آراء سامنے آئیں ان کا نچوڑ یہ تھا کہ عوامی لیگ حکومت کے حالات اسلامی تحریک برپا کرنے کے لئے سازگار نہیں ہیں۔ انشاء اللہ حکمت عملی سے کام لیتے ہوئے آگے بڑھیں گے۔ بعد نماز مغرب لقمان صاحب کے ہمراہ نظام اسلام پارٹی کے دفتر گئے۔ یہاں امین العالم عبداللطیف نظامی اور طلباء کے رئیس ابوطاہر خاں سے ملاقات ہوئی۔ اس کے بعد ڈاکٹر عبدالخالق صاحب رابطہ اسلامی کے دفتر واقع نکا پاڑا گئے۔ یہاں عبدالواحد صاحب نے میڈیا' تعلیم اور عدلیہ سے متعلق افراد کو خصوصی دعوت پر جمع کیا ہوا تھا۔ ایسے ۱۲۰ افراد کے علاوہ برما کی روہنگا سالیڈیرٹی آرگنائزیشن کے صدر شیخ دین محمد بھی موجود تھے۔ انہوں نے انقلابی فکر سے اپنی موافقت کا اظہار کیا۔ بعد میں سوال وجواب کی نشست ہوئی۔ تقریباً سوا دس بجے رات واپس ہوٹل پہنچے۔ بنگلہ دیش میں مصروفیات کا یہ آخری دن تھا۔ دن ہی کے کسی وقت رفیق الاسلام ارمانی صاحب ہدیئے کے طور پر ہمارے کمرے میں دو کارٹن چھوڑ گئے تھے جن میں تازہ بنگالی چائے کے پیکٹوں کے علاوہ اناناس اور ناریل تھا۔

ان چھ دنوں میں ڈھاکہ سے کاکس بازار کا مسلسل ۱۰ گھنٹے سے زیادہ کا سفر براستہ کومیلا' چاٹگام' پٹیہ آنا اور جانا اور پھر ہر روز ڈھاکہ کی سڑکوں اور بازار میں آمد ورفت کے دوران کئی بار حسرت سے یہ خیال آیا کہ آپس میں اخوت کا یہ رشتہ ٹوٹا تو کیوں ٹوٹا؟ کیا اس کا علاج ممکن نہ تھا؟

پرامن مظاہرین اور لاہور پولیس کی "سکھا شاہی"

نعیم اختر عدنان

ہندوستان پر مغلیہ اقتدار ختم ہوا تو سمندر پار سے بدیسی حکمران اس سرزمین کے تاج وتخت کے وارث بن گئے۔ انگریزوں نے اپنا اقتدار قائم رکھنے کے لئے کئی ایک ادارے قائم کئے' ان میں سے ایک کا نام "پولیس" رکھا گیا۔ ہندوستان کے آقاؤں نے یہاں کے عوام کو غلام بنائے رکھنے کے لئے پولیس کا نظام کچھ اس طرح سے وضع کیا کہ جمہوریت' آزادیوں اور انسانی حقوق کا راگ الاپنے والے گوری چمڑے والے انگریز نے اپنی مقبوضہ نوآبادیاتی ریاست کو دور حاضر کے فرعونی شکنجے میں جکڑ لیا۔ غلامی سے نفرت کرنے والوں نے آزاد فضا میں سانس لینے کے لئے آزادی کی بے مثال جنگ لڑی کہ بدیسی حکمران کو برصغیر سے اپنے اقتدار کا بستر گول کرتے ہی بنی!

ہندوستان اور پاکستان کے نام سے برصغیر میں دو نئے ملک وجود میں آ گئے مگر نصف صدی کے بعد بھی وہی قوانین اور ادارے اپنے بھیانک ماضی کے ساتھ سرگرم عمل ہیں۔ پاکستان کا سرکاری بلکہ آئینی نام "اسلامی جمہوریہ پاکستان" ہے مگر طرفہ تماشا تو یہ ہے کہ یہاں نہ تو اسلام کی چھاؤں نظر آتی ہے اور نہ جمہوریت کا درخت کہیں دیکھنے کو ملتا ہے۔ ملک کا ہر حکمران خود کو "عقل کل" اور حاکم اعلیٰ (چیف ایگزیکٹو) قرار دے کر اپنے اختیار حکمرانی کا مکروہ جال بچھاتا چلا جاتا ہے۔

چنانچہ ایوب خان جیسا فوجی آمر ہو کہ بھٹو جیسا قائد عوام' ضیاء الحق جیسا اسلامی ذہن کا آرمی چیف ہو کہ پرویز مشرف جیسا سیکولر حکمران' ملک کے ہر حکمران نے خود کو "خدائی اختیار" کا حامل قرار دے کر خود اپنی بربادی کا سامان فراہم کیا۔ پاکستان کو مذہب کے نام پر دہشت گردی کا ایسا ناقابل علاج مرض لگ چکا ہے جس کا علاج کسی بیمار ذہن حکمران سے ممکن نہیں! ملک کا حکمران طبقہ اختیار حکمرانی کے حوالے سے اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرنے کی بجائے "موٹر سائیکل" پر ڈبل سواری کی پابندی لگا کر اور پرامن مظاہرین پر لاٹھیاں برسا کر اپنی نالائقی' نااہلی اور بے بسی کا اظہار کمال ڈھٹائی اور بے بسی سے کرتا چلا آ رہا ہے۔

گزشتہ ہفتے کراچی میں سنی تحریک کے بانی مولانا سلیم قادری کو ان کے ساتھیوں سمیت بہیمانہ طریقے سے قتل کر دیا گیا۔ اس واقعے پر احتجاج کا ہونا ایک فطری بات تھی۔ چنانچہ جماعت اہل سنت سے وابستہ کارکنوں اور علماء نے لاہور میں پرامن احتجاج کا فیصلہ کیا تا کہ حکومت کو اس کی ذمہ داریاں یاد دلائی جا سکیں مگر بے بس اور نہتے عوام کو قابو کرنے میں مہارت رکھنے والی پولیس نے اپنی "سکھا شاہی پالیسی" پر عمل کرتے ہوئے تمام حدود وقیود کا تیاپانچہ کر دیا۔ یہ وہی پولیس ہے جو ڈاکوؤں اور مجرموں سے اصل مقابلے کے وقت ہمیشہ بھاگ جانے ہی میں عافیت سمجھتی ہے۔ لاہور پولیس کی حالیہ سکھا شاہی پر ملک کا باشعور طبقہ حکمرانوں کو ہوش کے ناخن لینے کی دعوت دے رہا ہے۔

عوام کو حقیقی جمہوریت کے ذریعے نچلی سطح پر اختیارات کا مالک بنا دینے کے دعوے کرنے والی حکومت نے پوری دنیا میں مروج' مسلم اور تسلیم شدہ "پرامن احتجاج" کا جمہوری حق ہی غصب نہیں کر رکھا بلکہ موجودہ حکومت دین اور دینی جماعتوں کو ہر شعبہ زندگی میں این جی اوز کے ذریعے "نتھ" ڈالنے میں سرگرم عمل ہے۔ چنانچہ پرویز مشرف حکومت کی اس میدان میں مستعدی اور سرگرمی لاہور پولیس کی حالیہ واردات سے بخوبی عیاں ہو جاتی ہے۔ ہم اسلام کو "پابند سلاسل" کرنے والی حکومت کو اس کی بھلائی اور خیرخواہی میں یہ مشورہ دینا چاہتے ہیں کہ وہ اسلام اور دینی جماعتوں کے حوالے سے فوراً اپنی پالیسی پر نظر ثانی کرے ورنہ این جی اوز کے نہلے پر پولیس کی سکھا شاہی کا دہلہ ایسے نتائج کو جنم دے گا کہ مشرف حکومت کی اسلام اور نظریہ پاکستان کے حوالے سے موجودہ "بےشرم" پالیسی اپنے بنانے والوں کے ساتھ یوں تحلیل ہو جائے گی کہ کسی کو اسے روکنے کی جرات نہ ہو گی!!

مکان برائے فروخت

نشاط کالونی نزد ڈیفنس میں واقع چھ مرلے کا مکان برائے فروخت ہے جس میں دو بیڈ' ایک ڈرائنگ/ڈائننگ' کچن' باتھ اور گیراج کے علاوہ سوئی گیس وبجلی کی سہولت بھی موجود ہے

رابطہ: محمد اختر خان' فون: 6552706

☆ نظام خلافت کیا ہے؟
☆ یہ کن بنیادوں پر قائم ہوگا؟
☆ عہد حاضر میں نظام خلافت کا دستوری' قانونی' معاشرتی اور معاشی ڈھانچہ کیا ہوگا؟
☆ اس کے قیام کے لئے سیرت نبویؐ سے ماخوذ طریق کار کون سا ہے؟

ان تمام سوالات کے جامع' واضح اور مدلل جوابات پر مشتمل ایک بیش قیمت علمی دستاویز

"خطباتِ خلافت"

امیر تنظیم اسلامی وداعی تحریک خلافت پاکستان
ڈاکٹر اسرار احمد کے چار خطبات کا مجموعہ

سفید کاغذ' عمدہ طباعت' صفحات ۲۱۲' قیمت (اشاعت عام): ۴۵ روپے

ملنے کا پتہ: مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن' لاہور

قرآن کالج لاہور کی سالانہ تقریب تقسیم انعامات

مورخہ یکم مئی ۲۰۰۱ء بروز منگل قرآن کالج آڈیٹوریم میں سالانہ تقسیم انعامات کی تقریب زیر صدارت محترم حافظ عاکف سعید نائب امیر تنظیم اسلامی و ناظم قرآن کالج منعقد ہوئی۔ مہمان خصوصی پروفیسر خورشید عالم تھے۔ ابتداء میں سٹیج سیکرٹری کے فرائض پروفیسر نوید احمد عباسی صاحب نے سرانجام دیئے۔

تقریب کا باقاعدہ آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ تلاوت کلام پاک کی سعادت سیکنڈ ایئر کے طالب علم افضل حسین ہاشمی نے حاصل کی۔ انہوں نے سورۃ بنی اسرائیل کی آیات ۷۸ تا ۸۲ تلاوت کیں۔ تلاوت کلام پاک کے بعد سیکنڈ ایئر ہی کے طالب علم خلیل احمد نے نعت رسول مقبولؐ "وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا" پیش کی۔

سٹیج سیکرٹری جناب نوید احمد عباسی نے کہا کہ خالق کائنات نے انسان پر بے شمار احسانات کئے۔ ایک بہت بڑا احسان خدا نے اس انسان پر یہ کیا کہ اسے مختلف صلاحیتوں سے نوازا تا کہ وہ انہیں بروئے کار لا کر انسانوں میں اپنا مقام بنائے۔ کسی کو ذہن دیا، کسی کو فن تحریر سے نوازا، کسی کو فن تقریر کی دولت دی تو کسی کو خوبصورت آواز دے کر انسانوں میں اپنا مقام بنانے کا موقع دیا۔ قرآن کالج کے اغراض و مقاصد بیان کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ قرآن کالج اپنے نظریہ کے اعتبار سے تمام کالجز میں انفرادی حیثیت رکھتا ہے۔ یہاں پر دینی اور دنیوی تعلیمات کا حسین سنگم واقعتاً قابل تعریف ہے۔ قرآن کالج ایسا سرچشمۂ رشد و ہدایت ہے کہ ملک کے گوشے گوشے سے آنے والے تشنگان علم نے اپنی پیاس اس سے بجھائی ہے اور نصابی و ہم نصابی سرگرمیوں میں اعلیٰ پوزیشنیں حاصل کر کے نہ صرف اپنا مقام پیدا کیا ہے بلکہ قرآن کالج کا نام بھی روشن کیا ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ قرآن کالج کا جو پودا آج سے کچھ سال پہلے ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے لگایا تھا، حافظ عاکف سعید صاحب اپنے خون پسینے سے اس کی آبیاری میں مصروف ہیں۔ اس کے بعد انہوں نے سٹیج سیکرٹری کے فرائض رضوان الحق صاحب کے سپرد کر دیئے۔ اصل میں سٹیج سیکرٹری کے طور پر پروفیسر رضوان الحق صاحب ہی کا تعین ہوا تھا مگر ان کے لیٹ آنے کی وجہ سے یہ فرائض تھوڑی دیر کے لئے نوید احمد عباسی صاحب نے سنبھالے رکھے۔ جب رضوان الحق صاحب نے سٹیج سیکرٹری کے فرائض سنبھالے تو انہوں نے برجستہ یہ شعر کہا۔

دیوار کیا گری میرے کچے مکان کی
لوگوں نے میرے صحن میں رستے بنا لئے

اس کے بعد صدر مجلس محترم عاکف سعید صاحب کو دعوت دی گئی کہ وہ سٹیج پر آ کر نصابی و ہم نصابی سرگرمیوں میں نمایاں پوزیشن لینے والے طلباء میں انعامات تقسیم کریں۔ ان کے بعد مہمان خصوصی پروفیسر خورشید عالم صاحب اور پرنسپل مظفر حسین ہاشمی صاحب نے کھیلوں اور اتھلیٹکس میں نمایاں کارکردگی کا مظاہرہ کرنے والے طلباء میں انعامات تقسیم کئے۔ انعامات کی تقسیم کے بعد مہمان خصوصی نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ میں ۱۹۹۶ء میں اس کالج میں بطور استاد آیا مگر اس سے پہلے کبھی اس تقریب میں شریک نہیں ہو سکا۔ اس کے بعد انہوں نے چند آیات تلاوت کیں، جن میں جنت کی نعمتوں کے ذکر کے بعد فرمایا گیا: "ایسی ہی چیز کی حرص کرنا چاہئے حرص کرنے والوں کو"۔

انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر ایک انسان کو ایک جیسی صلاحیتیں اور قوتیں دی ہیں، فرق صرف ان صلاحیتوں اور قوتوں کو استعمال کرنے کا ہے۔ یہ سب خداداد صلاحیتیں انسان میں اس وقت تک رہتی ہیں جب تک انسان ان کو استعمال کرتا ہے۔ جونہی انسان ان صلاحیتوں کو نکھارنے کے لئے اپنی کوشش ترک کر دیتا ہے تو یہ صلاحیتیں انسان سے چھن جاتی ہیں۔

جن لوگوں کو انعام نہیں ملے وہ دل چھوٹا نہ کریں۔ اپنے آپ میں دوسروں کو دیکھ کر آگے بڑھنے کا جذبہ پیدا کریں اور آئندہ انعام حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ ان کے بعد پروفیسر ریاض احمد خان صاحب کے ننھے صاحبزادے مصدق ریاض نے کشمیر کے موضوع پر نظم "خولہؓ کی شجاعت زندہ ہے، صفیہؓ کی روایت زندہ ہے" پیش کی۔

طلباء نے اس نظم کو بہت دلجمعی سے سنا اور دل کھول کر داد دی۔ اس کے بعد حافظ عاکف سعید صاحب نے اپنے صدارتی کلمات میں کہا کہ سال اول کے طلباء سے یہ میری پہلی ملاقات ہے جبکہ سال دوم کے طلباء سے تو کئی بار ملاقات ہو چکی ہے۔

عاکف صاحب نے آیت **وان لیس للانسان الا ما سعی وان سعیه سوف یری** تلاوت کرنے کے بعد فرمایا کہ جن طلباء نے اس تقریب میں انعامات حاصل کئے ہیں وہ مبارک باد کے مستحق ہیں تاہم بحیثیت مسلمان ہماری اصل توجہ آخرت کی کامیابی پر ہونی چاہئے کیونکہ یہاں کی کامیابی تو عارضی کامیابی ہے۔ اصل کامیابی تو آخرت کی کامیابی ہے اور اگر سعی اور مقابلہ کرنا ہے تو اس عظیم ترین کامیابی کے لئے کیوں نہ کیا جائے جس کا انعام دائمی ہے۔ عاکف صاحب نے طلباء کو نصیحت کرتے ہوئے کہا کہ اکثر طلباء کلاس روم میں صرف حاضری لگوانا ضروری سمجھتے ہیں، لیکچر کی طرف توجہ نہیں دیتے کہ پڑھائی تو امتحان کے نزدیک کر لیں گے۔ یہ تصور بالکل غلط ہے۔ اصل میں کلاس میں جو ٹائم ہوتا ہے اس سے پورا پورا فائدہ اٹھائیں، کلاس میں متوجہ ہو کر بیٹھیں، جو بات سمجھ میں نہ آئے وہ اپنے استاد سے بار بار سمجھیں تا کہ کلاس کے بعد آپ کو کسی ٹیوشن پر انحصار نہ کرنا پڑے۔

بعد ازاں سٹیج سیکرٹری نے از راہ تفنن ایک ایک شعر تمام اساتذہ کی نذر کیا اور طلبہ اور اساتذہ کو محظوظ کیا۔ دوران تقریب بھی سٹیج سیکرٹری برجستہ اور برمحل اشعار کے استعمال سے طلبہ اور اساتذہ کو خوب محظوظ کرتے رہے۔

اس تقریب کی کامیابی کا سہرا پروفیسر نذیر احمد ہاشمی صاحب اور پروفیسر نوید احمد عباسی صاحب کے سر ہے، جن کی انتھک اور شبانہ روز محنتوں کی وجہ سے یہ پروقار تقریب منعقد ہو سکی۔

تقریب کے اختتام پر طلباء اور اساتذہ کی تواضع چائے وغیرہ سے کی گئی۔ (مرتب: محمد اعجاز، قرآن کالج لاہور)

ندائے خلافت فورم

26 مئی بروز ہفتہ بعد نماز مغرب، قرآن آڈیٹوریم
اتاترک بلاک نیو گارڈن ٹاؤن لاہور میں، ایک سیمینار بعنوان:

ملکی معیشت کی بحالی و بقاء کا راستہ
سودی قرضوں کا حصول یا ڈیفالٹ کر جانا؟

زیر صدارت: **جناب ڈاکٹر اسرار احمد** امیر تنظیم اسلامی
منعقد ہوگا، ان شاء اللہ

متوقع مہمان مقررین:

☆ سردار فاروق احمد خان لغاری
☆ ڈاکٹر مبشر حسن
☆ جناب حنیف رامے
☆ انجینئر سلیم اللہ خان
☆ شیخ آصف، صدر چیمبر آف کامرس لاہور

اردو ہے جس کا نام......

''اردو کی جڑ کاٹو کیونکہ اس کے حروف قرآن کے حروف سے ملتے ہیں۔'' (پریم چند گاندھی)

کراچی کی آغا خان یونیورسٹی میں 'انگریزی زبان اور تعلیم' کے موضوع پر منعقدہ سیمینار سے خطاب کرتے ہوئے وفاقی وزیر تعلیم محترمہ زبیدہ جلال نے کہا ہے کہ حکومت نے تمام سرکاری تعلیمی اداروں میں پہلی سے بارہویں جماعت تک انگریزی کو لازمی مضمون کی حیثیت دینے کا فیصلہ کرلیا ہے اور اس سلسلے میں متعلقہ ہدایات جاری کی جارہی ہیں۔

اگرچہ پاکستان کے دستور میں اردو کو قومی زبان کا درجہ حاصل ہے لیکن عملی حوالے سے وطن عزیز میں تقریباً ہر سطح پر مغرب کی اجارہ داری قائم ہے۔ شائد اسی سے متاثر ہو کر حکومت نے یہ سوچا ہوگا کہ تعلیمی اداروں میں بھی انگریزی زبان ہی چلنی چاہئے۔

امریکہ کے کئی اسلامک سکولوں میں اردو کو نصاب میں شامل کرلیا گیا ہے

پاکستان کے سرکاری سکولوں میں پڑھنے والے بچوں کی اکثریت ایسے گھرانوں سے تعلق رکھتی ہے جہاں کی خواتین انگریزی نہیں جانتیں۔ بچوں کی نفسیات کے بارے میں معمولی سا فہم رکھنے والے بھی یہ بات بخوبی جانتے ہیں کہ بچے اور ماں کے درمیان رابطے میں زبان مرکزی کردار ادا کرتی ہے۔ ماہرین نفسیات ہمیشہ سے یہ بات کہتے چلے آئے ہیں کہ ماں اپنے بچے کے ساتھ وہی زبان بولے جس پر اس کو عبور حاصل ہو۔ اس نقطہ نظر کی رو سے ایسی خواتین جو انگریزی نہیں جانتیں' وہ ایک طرف تو اپنے بچوں کی تعلیمی سرگرمیوں سے پوری طرح آگاہ نہیں ہو پائیں گی اور دوسری طرف نصابی کمزوریوں میں اپنے بچوں کی مدد کرنے سے بھی معذور ہوں گی۔ اس سلسلے میں یہ پہلو بھی قابل توجہ ہے کہ جو بچے انگریزی دان طبقے سے تعلق نہیں رکھتے' وہ انگریزی زبان پر محنت کرنے میں زیادہ وقت صرف کریں گے اور یوں دیگر مضامین خصوصاً اردو پر کم توجہ دے پائیں گے۔ یہ بھی اکثر دیکھا گیا ہے کہ بہت سے طالب علم جو دوران تعلیم تو غیرملکی زبانوں پر عبور حاصل کرلیتے ہیں' عملی زندگی میں آکر بہت جلد ان زبانوں کو فراموش کر بیٹھتے ہیں کیونکہ مسلسل استعمال نہ ہونے کی وجہ سے یہ زبانیں ان کے حافظے میں مدھم پڑ جاتی ہیں۔

وطن عزیز میں اردو زبان مسلسل زوال کا شکار ہوتی جارہی ہے۔ یہ ایک مسلمہ تاریخی حقیقت ہے کہ دنیا میں وہی زبان زندہ رہنے کے ساتھ ساتھ وسعت پذیر ہوتی رہی ہے جس کے پیچھے ایک زندہ قوم اور طاقت ور تہذیب موجود ہو۔ مثلاً جب مسلمان دنیا پر حکمران تھے تو عربی بین الاقوامی رابطے اور علوم وسائنس کی زبان تھی۔ اسی طرح ہندوستان میں مسلمانوں کے ۹۰۰ سالہ دور

[redacted]

حکومت میں ترکی' فارسی اور اردو ملکی زبانیں تھیں مگر ہندو قوم نے اپنی سنسکرت کو بھی زندہ رکھا۔ بیسویں صدی کے شروع میں اسرائیل کے ایلی زر بن یہوداہ (EleieZer Ben Yehuda) نے صدیوں سے مردہ عبرانی (Hebrew) زبان کو کچھ اس طرح زندہ کر دکھایا کہ آج یہ دنیا کے کونے کونے سے آکر اسرائیل میں آباد ہو جانے والے یہودیوں کے اتحاد و یگانگت کا باعث بن چکی ہے۔ دوسری طرف وطن عزیز میں دیکھئے تو لسانی فسادات ہماری معاشرت کا ایک حصہ بن چکے ہیں۔ دوسرے اہم قومی امور کی طرح ہم ایک زبان پر بھی متفق ہونے کو تیار نہیں۔ شائد انہی حالات سے دل گرفتہ ہو کر رئیس امروہوی مرحوم نے کہا تھا کہ ''اردو کا جنازہ ہے' ذرا دھوم سے نکلے''۔

قیام پاکستان کے بعد ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ ہمارا تعلیم یافتہ اور دانشور طبقہ فروغ اردو کے لئے کوشاں ہوتا' لیکن کیا کیجئے کہ

باغباں نے آگ دی جب آشیانے کو میرے
جن پہ تکیہ تھا وہی پتے ہوا دینے لگے

کے مصداق عام طور پر یہی گروہ اردو سے بیزار اور تہذیب مغرب میں گرفتار نظر آتا ہے۔ اردو کو فرسودہ زبان کہنے اور سمجھنے والے دراصل سیل مغرب میں بہہ رہے ہیں۔ لیکن ایسے لوگ شائد یہ نہیں جانتے کہ امریکہ میں جہاں فرانسیسی' ہسپانوی اور جرمن زبانیں کئی نسلوں سے شامل نصاب ہیں وہاں یہ بات اب واضح طور پر محسوس کی جارہی ہے کہ ایشیائی زبانوں میں اردو ہی وہ واحد زبان ہے جو امریکہ میں بہت جلد ایک ممتاز مقام حاصل کرلے گی۔ ''اردو ایک غیر معمولی اور رنگین (Exotic) زبان ہے۔ اگرچہ آج کل رومانیہ اور البانیہ کی زبانوں نے بہت شہرت حاصل کی ہوئی ہے اور ان کے ساتھ ساتھ دیگر ایشیائی زبانیں بھی مقبول ہورہی ہیں' لیکن میں دیکھ رہا ہوں کہ بہت جلد اردو ان سب میں سبقت لے جائے گی''۔ یہ بات Asher Hockett نے کہی ہے جن کا ادارہ نیویارک میں پچاس سے زائد غیرملکی زبانوں کے فروغ میں ایک مثالی کردار ادا کررہا ہے۔

نیویارک یونیورسٹی میں اس وقت ۲۵ سے زیادہ زبانیں پڑھائی جارہی ہیں جن میں اردو بھی شامل ہے۔ شکاگو یونیورسٹی کے پروفیسر ایڈورڈ فوسٹر جو وہاں اردو کے بہترین سکالر ہیں' کہتے ہیں کہ ''اگر اردو میری مادری زبان ہوتی تو مجھے اس بات پر اتنا ہی فخر ہوتا جتنا اپنے امریکی ہونے پر ہے۔ لیکن افسوس کہ پاکستانی اپنی خوبصورت زبان کو انگریزی پر قربان کررہے ہیں''۔

امریکہ کی کئی جامعات میں ایسے سکالرز موجود ہیں جو اردو کے ماہر ہیں۔ ان میں رچرڈ سمتھ' ڈین کولاز اور میری واٹر لو خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ مسلمانوں کی تاریخ عربی کے بعد اردو میں محفوظ ہے' اس لئے حکومت پاکستان پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اردو کو بیرونی زبانوں کی یلغار سے بچائے۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی سے قبل جب مشہور برطانوی مورخ ہنری ایلیٹ ہندوستان گیا تھا تو اس نے اسلامی تاریخ کے حوالے سے شاہی کتب خانے میں موجود اردو' فارسی اور عربی کتابوں کو انگریزی میں منتقل کرنے کا کام کیا تھا۔ بعد میں اس نے خود یہ اعتراف کیا کہ ایسا کرتے ہوئے اس نے جان بوجھ کر مسلمانوں کے بہت سے کارنامے اور ان کی تاریخ کے درخشاں باب قطعی طور پر نظرانداز کردیئے تھے۔ اس ''سیاہ'' کارنامے پر حکومت برطانیہ نے اس کو ''سر'' کے خطاب سے بھی نوازا تھا۔ ان حالات میں اس حقیقت پر توجہ دینے کی ضرورت ہے کہ چونکہ تاریخ اسلام کا گراں قدر سرمایہ عربی' فارسی اور اردو میں محفوظ ہے' اس لئے ان زبانوں کو قطعاً نظرانداز نہ کیا جائے ورنہ دشمنوں کی سازش کے باعث ہماری تاریخ مسخ ہو کر رہ جائے گی۔

امریکہ میں حالیہ چند برسوں میں اردو کی بڑھتی ہوئی مقبولیت نے والدین کو اس فکر سے کافی حد تک آزاد کردیا ہے کہ ''زبان نہ رہی تو ہم بھی نہ رہیں گے''۔ امریکہ کے کئی اسلامک سکولوں میں اردو کو داخل نصاب کردیا گیا ہے اور جس طرح عربی پڑھائی جارہی ہے' ویسے ہی اردو پر بھی توجہ دی جارہی ہے۔ عربی کے اساتذہ کا کہنا ہے کہ جن بچوں کی مادری زبان اردو ہے' وہ عربی میں زیادہ اچھے ثابت ہورہے ہیں۔ اس کے علاوہ امریکہ میں کئی کثیر القومی کمپنیوں (Multi-national Companies) نے اپنے ایسے کارکنوں کو جو انگریزی میں کمزور ہوتے ہیں' ان کی مادری زبان میں شائع کیا ہوا مواد فراہم کرنا شروع کردیا ہے۔ ان کارکنوں میں پاکستانی بھی خاصی بڑی تعداد میں موجود ہیں۔ اس طریقہ کار سے کارکنوں کے ساتھ ساتھ صحافی' محقق اور مشیر حضرات بھی مستفید ہورہے ہیں۔

کسی قوم کی شناخت اس کی زبان ہی سے ہوتی ہے لہٰذا زبان کے بغیر کوئی قوم انفرادیت اور تشخص برقرار نہیں رکھ سکتی۔

اردو ہے جس کا نام ہمی جانتے ہیں داغ
سارے جہاں میں دھوم ہماری زباں کی ہے!

تنظیم اسلامی حلقہ سرحد شمالی وجنوبی کا علاقائی اجتماع

۲۷ اپریل کو مالاکنڈ ڈویژن کے زیر تعمیر مرکز واقع شیکولئی تیمر گرہ تنظیم اسلامی حلقہ سرحد شمالی وجنوبی کا علاقائی اجتماع منعقد ہوا۔ مالاکنڈ ڈویژن وہ خطہ ہے جس کے بارے میں احادیث میں پیشین گوئیاں ملتی ہیں کہ یہ علاقہ اس خراسان کا حصہ ہے جہاں سے اسلام کے غلبہ کی کارروائی کا آغاز ہوگا۔ چنانچہ اس خطہ کی اسی خصوصی اہمیت کے پیش نظر رفقاء تنظیم اسلامی حلقہ سرحد کا پرزور مطالبہ تھا کہ مالاکنڈ ڈویژن میں تنظیم اسلامی کے ایک مرکز کا قیام اشد ضروری ہے۔ الحمدللہ کہ مرکز کی زمین کے لئے فنڈ فراہم کیا گیا اور نہایت تیزی کے ساتھ زمین کے خریدنے' اس پر اجتماع کا انعقاد اور مستقل بنیادوں پر کچھ تعمیر کا پروگرام طے پایا۔ اجتماع کے لئے ۲۷ تا ۲۹ اپریل کی تاریخیں طے ہوئیں۔ وقت بہت کم اور مقابلہ بہت مشکل تھا۔ سرحد شمالی اور جنوبی کے حلقوں کا ایک مشترکہ اجلاس بلایا گیا تاکہ معاملہ کو اچھرے طریقے سے نمٹایا جائے۔ میٹنگ کے فیصلوں کے مطابق مرکز کے کچھ حصے پر تعمیر اور اجتماع کے لئے جملہ ضروریات فراہم کی گئیں۔

۲۷ اپریل کو اجتماع کا باقاعدہ افتتاح امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کے خطاب جمعہ سے ہوا۔ خطاب جمعہ سے قبل حلقہ سرحد شمالی کے ناظم دعوت مولانا غلام اللہ خان حقانی نے اجتماع کے اغراض ومقاصد کے ساتھ ساتھ تنظیم اسلامی کے اہداف بیان کئے۔

اس کے بعد امیر محترم کا خطاب شروع ہوا۔ آپ نے اس خطاب کے لئے سورۃ الصف اور سورۃ الجمعہ کو موضوع سخن بنایا۔ آپ نے کہا کہ محمد رسول اللہ ﷺ کا مقصد بعثت غلبہ دین حق تھا۔ اس عظیم کام کے لئے آپ کو رفقاء کیسے ملے؟ ان دو امور کا ذکر ان دو سورتوں میں ہوا ہے۔ سورۃ الصف میں بعثت محمدیؐ کا بیان ہے جبکہ سورۃ الجمعہ میں اس طریقہ کار کا بیان ہے جس کے ذریعے آپ کو وہ انقلابی کارکن ملے۔ جن کی رفاقت کی بدولت اسلامی انقلاب برپا ہوا۔ پہلے تلاوت قرآن کے ذریعہ انسانوں میں سے نفوس قدسیہ کو کھینچا گیا۔ پھر قرآن ہی کے ذریعہ ان کا تزکیہ کیا گیا۔ ان میں اخلاص اور للہیت کا جوہر بھر دیا گیا۔ پھر اللہ کی طرف سے جو اوامر ونواہی آئے اس تربیت اور تزکیہ کی بدولت انہوں نے بطیب خاطر قبول کیا۔ جب اس قسم کی جماعت بنی تو اللہ نے اس جماعت کی مدد فرمائی اور ان کی جاں گسل جدوجہد کے نتیجہ میں اللہ نے تاریخ انسانی کا عظیم انقلاب برپا کیا۔ اب دوبارہ اگر یہ انقلاب آئے گا تو اسی طریقہ کو بروئے کار لاتے ہوئے آئے گا۔ تنظیم اسلامی اسی مقصد کے لئے قائم ہوئی ہے اور اسی نہج پر کام کر رہی ہے۔

اجتماع کی دوسری نشست کی خاص بات حلقہ سرحد جنوبی کے امیر میجر فتح محمد کے استقبالیہ کلمات' امراء تناظیم اور ان کے ساتھ آئے ہوئے رفقاء کا تعارف تھی۔

۲۸ اپریل کو علی الصبح امیر محترم نے درس حدیث دیا۔ آپ نے حضورؐ کے فرمودات کو نہایت فصاحت و بلاغت سے بیان فرمایا۔ جس حدیث کا انتخاب امیر محترم نے درس کے لئے کیا تھا' اس میں ایک پختہ ذہن کے مالک شخص کی عکاسی کی گئی تھی جو کہ اخلاقیات کے بلند مرتبہ پر فائز ہو اور جو اپنی ذات کے اندر وہ صلاحیت رکھتا ہو جو دوسروں کے لئے منارۂ نور ہو۔ گویا کہ وہ اخلاق نبویؐ کا پرتو ہو۔

دوسری نشست کی کارروائی ساڑھے آٹھ بجے شروع ہوئی۔ اس نشست کا آغاز خالد محمود عباسی کے خطاب سے ہوا۔ آپ کا موضوع تھا: دین و مذہب کا فرق۔ آپ نے دین ومذہب کے فرق کو ایک نئے اسلوب میں بیان کر کے سامعین کے شعور واحساس کو بیدار کیا۔ آپ نے مذہب کو علماء سوء کا خطرناک ہتھکنڈہ قرار دیا۔

اس نشست کے دوسرے مقرر قاضی فضل حکیم تھے۔ انہوں نے دین میں فرد کی اہمیت پر خطاب کیا۔ آپ نے فرد کی اہمیت کے حوالے سے قرآن وحدیث' اردو' پشتو اور بہت سی مثالوں کے ذریعہ سامعین کو محظوظ کیا۔

اس نشست میں تیسرا بیان اسرہ بیبیوڑ کے نقیب ممتاز بخت کا تھا۔ آپ نے فرائض دینی کا جامع تصور پشتو زبان میں بڑے مدلل انداز میں بیان کیا۔ آپ نے سہ منزلہ عمارت کی مثال کی مدد سے عبادت رب' شہادت علی الناس اور اقامت دین کے اساسی فرائض کو خطیبانہ اور فاضلانہ انداز میں قرآن وحدیث کے حوالوں سے واضح کیا۔

اس نشست کی خاص بات امیر محترم کے دو گھنٹہ کے دورانیہ پر مشتمل سوالات و جوابات کا سیشن تھا۔ رفقاء و احباب نے اس پروگرام میں بڑی دلچسپی لی۔ سوالات و جوابات کے اس سیشن کے بعد وقفہ برائے نماز' طعام وآرام کا اعلان ہوا۔ ٹھیک پانچ بج کر ۴۵ منٹ پر دن کی تیسری نشست کا آغاز ہوا۔ اس نشست کے مقررین غلام اللہ خان حقانی' محمد جمشید عبداللہ اور ڈاکٹر محمد مقصود تھے جن کے موضوعات بالترتیب دعوت دین کی اہمیت وفرضیت' دعوت بندگی اور اقامت دین تھے۔ غلام اللہ خان حقانی نے دعوت دین کی اہمیت وفرضیت کے موضوع پر بڑے خطیبانہ اور فاضلانہ انداز میں خطاب فرمایا۔ آپ نے اپنے موضوع کو متعدد آیات واحادیث کے حوالے دے کر واضح کیا۔ یہ تقریر پشتو زبان میں تھی' لہٰذا اختتام پر مولانا حقانی نے اس کا ایک جامع خلاصہ اردو میں بھی بیان فرمایا۔ جمشید عبداللہ نے

حلقہ سرحد کے علاقائی اجتماع میں شریک ایک رفیق کے تاثرات

تنظیم اسلامی کا سہ روزہ علاقائی اجتماع (۲۷ تا ۲۹ اپریل ۲۰۰۱ء) حلقۂ سرحد کے زیر اہتمام تیمر گرہ کے خوب صورت مقام شیکولئی میں منعقد ہوا۔ ان تین ایام میں رفقاء تنظیم اسلامی کی فکری تربیت کا بہترین سامان کیا گیا تھا۔ مختلف موضوعات پر رفقاء نے عمدہ تقاریر کیں۔ نماز فجر کے بعد دو دن امیر تنظیم اسلامی کے درس حدیث سے رفقاء نے بھرپور فائدہ اٹھایا۔ امیر تنظیم کے منفرد اسلوب درس قرآن سے تو ایک دنیا واقف ہے لیکن شاید یہ کہ کم لوگوں کو معلوم ہوگا کہ امیر تنظیم اسلامی کا درس حدیث بھی اپنی نوعیت کے اعتبار سے منفرد انداز واسلوب کا حامل ہوتا ہے۔

اجتماع کے انتظام وانصرام کے لئے حلقۂ سرحد کے رفقاء کی محنت لائق ستائش ہے۔ تمام رفقاء نے جس لگن اور مستعدی سے اجتماع کے جملہ معاملات نمٹائے وہ بہت عمدہ اور ان کی صلاحیت کار کا منہ بولتا ثبوت تھے۔ بالخصوص امیر حلقہ جنوبی میجر (ر) فتح محمد اور امیر حلقہ سرحد شمالی محترم اظہر بختیار خلجی کی شبانہ روز محنت اور بھاگ دوڑ تمام امراء حلقہ جات کے لئے قابل تقلید مثال ہے۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں حضرات کے جذبہ' لگن' اخلاص اور ان تھک مساعی کو اپنے دربار میں قبولیت خاصہ سے نوازے' آمین۔

اجتماع کا اختتام امیر تنظیم اسلامی کے مفصل خطاب اور قافلۂ تنظیم میں شامل ہونے والے احباب سے بیعت مسنون اور امیر محترم کی مختصر مگر جامع دعا پر ہوا اور حلقۂ سرحد کے تمام رفقاء کے لئے پیغام دے گیا کہ وہ اٹھیں اور کمر ہمت کسیں اور اپنی مشعلوں کو اور تیز کریں' کیا عجب اللہ ان کے ذریعے پاکستانی خراسان میں رہنے والوں کی کایا پلٹ دے۔ و ما ذلک علی اللہ بعزیز۔

(عبداللہ' رسالپور)

دعوت بندگی کے موضوع پر خطاب کیا۔ ڈاکٹر محمد مقصود نے اقامت دین کی فرضیت کو علامہ اقبال کے بہت سارے اشعار کے حوالے سے مبرھن کیا۔

۲۹ اپریل کو نماز فجر کے فوراً بعد امیر محترم نے درس حدیث دیا۔ آپ نے پچھلے درس حدیث کے تسلسل کو برقرار رکھتے ہوئے یہ درس دیا۔ سامعین نے درس حدیث کو بہت پسند کیا۔

۸ بج کر ۳۰ منٹ پر اجتماع کی اس آخری نشست کا آغاز ہوا۔ اس نشست کے پہلے مقرر ناظم تربیت تنظیم اسلامی چوہدری رحمت اللہ بٹر تھے۔ آپ نے قرآن و حدیث اور مثالوں کے ذریعہ اپنے موضوع کو بڑے موثر پیرائے میں بیان کیا۔ آپ نے کہا کہ فکر آخرت کو اجاگر کئے بغیر نہ فرد کی اصلاح ممکن ہے اور نہ اجتماعیت کی۔ ہمیں اگر اسلامی انقلاب برپا کرنا ہے تو سب سے پہلے قرآن و حدیث کی رو سے آخرت کے فکر کو تنظیم کے رفقاء میں پختہ کرنا ہوگا۔

آپ کے بعد بیعت سمع و طاعت کے موضوع پر مختار حسین فاروقی کا بیان ہوا۔ آپ نے ایک طرف بیعت سمع و طاعت کے تقاضوں کو بڑے مدلل انداز میں بیان کیا اور دوسری طرف اجتماع میں کی گئی تقاریر کا ایک خلاصہ بھی سامعین کے سامنے رکھا۔

اس نشست کے تیسرے مقرر نائب امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید تھے۔ آپ نے جماعتی زندگی میں اخوت و ایثار کے موضوع پر خطاب فرمایا۔ آپ نے کہا کہ جب تک جماعتی زندگی میں رفقاء کے درمیان اخوت و ایثار اور ایک دوسرے کے لئے قربانی کا جذبہ نہ ہو انقلاب کا خواب شرمندۂ تعبیر نہیں ہو سکتا۔ اختتامی خطاب امیر محترم کا تھا۔ آپ نے تنظیم کے پورے فکر اور پیش نظر انقلاب کے لئے لائحہ عمل کو بڑے جامع و مانع انداز میں بیان کیا۔ یہ امیر محترم کا خاصا ہے کہ وہ گھنٹوں کے بیان کو منٹوں اور منٹوں کے بیان کو گھنٹوں میں بیان کرنے کا خصوصی ملکہ رکھتے ہیں۔ آپ کے اس بیان میں عبادت رب' شہادت علی الناس' اقامت دین' بیعت سمع و طاعت فی المعروف' منہج انقلاب نبویؐ کے موضوعات پر بہت کچھ مواد موجود تھا۔ آپ نے بڑے عزم و جزم کے ساتھ رفقاء کے سامنے یہ بات رکھ دی کہ نظام خلافت علیٰ منہاج النبوۃ قائم ہو کر رہے گی۔

امیر محترم کے اس خطاب پر حلقہ سرحد شمالی و جنوبی کا یہ علاقائی اجتماع اختتام پذیر ہوا۔ خطاب کے اختتام پر بیعت کرنے کے لئے دعوت عام دے دی گئی۔ کثیر تعداد میں رفقاء واحباب نے بیعت کی۔

اللہ نئے شامل ہونے والوں اور ہمیں دین پر چلنے اور استقامت کی توفیق عطا فرمائے۔ امین یارب العالمین

(رپورٹ: لیاقت علی' اسرہ اوچ)

حلقہ لاہور کا دو روزہ پروگرام

۲۱ اور ۲۲ اپریل کو مسجد مرکز اسلامی چوہان روڈ پر تنظیم اسلامی حلقہ لاہور کے رفقاء کا دو روزہ تربیتی اجتماع ہوا۔ صبح رفقاء مسجد مرکز اسلامی میں پہنچ گئے۔ لاہور وسطی کے امیر حافظ عرفان صاحب نے رفقاء کو خوش آمدید کہا۔ افتتاحیہ کلمات اور چند ہدایات کے ساتھ پروگرام کا باقاعدہ آغاز ہوا۔ سب سے پہلے پروگرام میں رفقاء کو گروپس میں تقسیم کیا گیا جن میں ادعیہ ماثورہ کی اہمیت واضح کی گئی اور رفقاء پر زور دیا گیا کہ ان دعاؤں کو حرزِ جاں بنائیں۔ اس کے بعد چائے کا وقفہ ہوا۔ چائے کے وقفہ کے بعد رفقاء نے مختلف موضوعات پر گفتگو کی۔ سب سے پہلے راقم نے امیر محترم کی کتاب ''استحکام پاکستان'' کا تعارف کرایا اور یہ واضح کیا کہ ہم جہاں اقامت دین کا کام کر رہے ہیں ہمیں معلوم ہونا چاہئے کہ ہمارا ماضی کیا ہے' اور ماضی میں ہم نے کیا غلطیاں کی ہیں اور ان کے کیا نتائج برآمد ہوئے۔ آج ہم کہاں کھڑے ہیں۔ عمران حمید صاحب نے صحابی رسولؐ حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ کی سیرت پر روشنی ڈالی۔ نثار احمد خاں صاحب نے فریضہ عن المنکر اور اس کا بنیادی تقاضا کے موضوع پر گفتگو فرمائی اور سورۃ الاعراف کے حوالے سے نہایت جامع گفتگو کی۔ محمد یونس صاحب نے دین اور مذہب کا فرق واضح کیا۔ یونس صاحب کے بعد راقم نے ڈاکٹر صاحب کے دینی جماعتوں کو قریب لانے کی مساعی پر تفصیل سے روشنی ڈالی۔ نماز عصر کے بعد رفقاء کو گروپوں میں تقسیم کر کے نماز کی تصحیح کرائی گئی۔

اس کے بعد رفقاء نے حضور اکرم ﷺ کی چند احادیث پڑھ کر سنائیں۔ نماز مغرب کے بعد حافظ عرفان صاحب نے سورۃ القمان کی چند آیات کے حوالے سے پرتاثیر گفتگو فرمائی۔ شرکاء کی تعداد ۴۵ تھی۔ رات کو سونے سے پہلے حافظ عرفان صاحب نے حضرت مجذوبؒ کی نظم مراقبہ موت سنائی اور فرمایا کہ ہر رفیق اپنے اوپر یہ کیفیت طاری کرے تا کہ فکر آخرت پیدا ہو۔

کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے
ایک دن مرنا آخر موت ہے

دوسرے روز کا آغاز فجر کی نماز کے بعد درس حدیث سے ہوا۔ درس حافظ عرفان صاحب نے دیا۔ شرکاء کی تعداد ۳۵ تھی۔ ناشتہ کے بعد ڈاکٹر صاحب کے بنیادی کتابچہ ''دینی فرائض کا جامع تصور'' پر مذاکرہ ہو۔ اس کے بعد راقم الحروف نے شاہ اسماعیلؒ کی شخصیت پر روشنی ڈالی۔ امجد محمود صاحب نے ''اصلاح الرسوم'' کے عنوان سے گفتگو کی اور شادی بیاہ اور فوتیدگی کے موقع پر ہمارے معاشرے میں فضول رسومات نے جو مسائل پیدا کئے ہیں انہیں تفصیل سے بیان کیا۔ عمران حمید صاحب نے ''فکر آخرت'' کے عنوان سے تقریر کی۔ نثار خان صاحب نے ''اللہ سے عہد کے تقاضے اور اس سے انحراف کے اسباب'' پر روشنی ڈالی۔ ظہر کی نماز اور کھانے کے بعد محمد یونس صاحب نے ''جہاد فی سبیل اللہ اور قتال فی سبیل اللہ میں فرق'' پر روشنی ڈالی۔ نماز عصر کے بعد رفقاء نے احادیث پڑھ کر سنائیں اور غسل اور وضو کے مسائل پر باہمی گفتگو کی۔ نماز مغرب کے بعد حافظ صاحب نے خلافت اور حکومت کے موضوع پر خطاب فرمایا۔ شرکاء کی تعداد ۵۰ تھی۔

(رپورٹ: نفیس احمد شیخ)

تنظیم اسلامی لاہور چھاؤنی کے زیر اہتمام ماہ مارچ میں ہونے والے دعوتی پروگرام

۲۱ مارچ بروز بدھ مکی مسجد لاہور کینٹ سٹیشن میں بعد نماز مغرب ''اطاعت کا قرآنی تصور'' کے موضوع پر بریگیڈیئر ریٹائرڈ غلام مرتضی صاحب نے خطاب فرمایا۔ آپ نے پوری زندگی میں اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت پر آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ کی روشنی میں سیر حاصل گفتگو فرمائی۔ نماز عشاء پر پروگرام کا اختتام ہوا۔ سامعین کی ایک معتد بہ تعداد نے پروگرام میں شرکت کی اور گفتگو کو پسند فرمایا۔

۲۴ مارچ بروز ہفتہ اسرہ والٹن نے ''راہ نجات فورم'' کے تحت محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کی ویڈیو کیسٹ بعنوان ''کلمہ شہادت کے عملی تقاضے'' محترم فتح محمد قریشی صاحب کی رہائش گاہ پر بعد نماز عشاء دکھائی۔ اس پروگرام میں باوجود اس کے یہ براہ راست نہ تھا اور طویل بھی تھا' لوگوں کی دلچسپی دیدنی تھی۔ پروگرام کے اختتام پر چائے اور دیگر لوازمات سے شرکاء کی تواضع بھی کی گئی۔ اللہ تعالیٰ ہماری ان عاجزانہ سی مساعی کو شرف قبولیت عطا فرمائے۔ آمین! (رپورٹ: ابومعاذ)

رپورٹ ماہانہ شب بسری
اسرہ بہاول نگر و منچن آباد

۲۱ اپریل بروز ہفتہ بعد نماز مغرب دفتر انجمن خدام القرآن بہاول نگر میں محترم محمد منیر احمد صاحب نے درس قرآن دیا' جو سوا گھنٹہ جاری رہا۔

درس میں ۲۵ مرد اور ۱۰ خواتین نے شرکت کی۔ نماز عشاء اور کھانے کے وقفے کے بعد ذوالفقار علی صاحب نے درس حدیث دیا جو تقریباً ایک گھنٹہ جاری رہا۔ اس میں انہوں نے اللہ کے رسولؐ کے فرامین کی روشنی میں تعمیر سیرت اور اچھے اخلاق کی بات کی۔ اس کے بعد راقم نے دعوتی ذمہ داریوں کے موضوع پر گفتگو کی۔ اس طرح یہ نشست تقریباً رات ۱۱ بجے تک جاری رہی۔ صبح تین بجے جاگنے پر رفقاء نے نماز تہجد ادا کی۔ اس کے بعد شرکاء کی نماز کی تصحیح کی گئی۔ (مرتب: محمود اسلم)

سودی معیشت کے خلاف سرگودھا میں مظاہرہ

۱۳ اپریل بروز جمعہ سرگودھا شہر کی پانچ بڑی مساجد کے باہر رفقاء تنظیم اسلامی نے مظاہرہ کیا۔ مظاہرے میں شریک رفقاء نے پلے کارڈز اور بینرز اٹھا رکھے تھے۔ سرگودھا میں تنظیم اسلامی کا اس طرح کے عملی مظاہرے کا یہ پہلا تجربہ تھا۔ مظاہرے سے رفقاء کا خوف دور ہوا اور ان کے حوصلے بلند ہوئے۔

(رپورٹ: اللہ بخش)

انٹرنیشنل خلافت کانفرنس

کی ویڈیو سی ڈی (VCD) تیار ہوگئی ہے

ملنے کا پتہ: مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن

36۔ کے ماڈل ٹاؤن لاہور' فون: 5869501-03

is no more applicable. These NGOs have forgotten the fact that liberalism can never, ever replace faith. With few exceptions, most of our non-governmental organizations have become the incubators of the moral-intellectual diseases that weaken our nation's immune system. **Without true faith and a belief in religious norms and values, we will have Muslims, but not for long.** The ultimate end of moral relativism is:

(a) Acceptance of homosexual lifestyles and right of abortion on demand,
(b) Ignoring marriage and the concept of family,
(c) Targeting "fundamentalist" religions as a barriers to women rights,
(d) Demanding that rights of lesbians and prostitutes be protected.

Despite all the horrible consequences on the society, and knowing that there is no dearth of battered and disgraced women in the West; all these rights and freedoms are promoted by some NGOs as prerequisites for development in Pakistan. As a result of so-called "empowering the women" strategy, has weakened the bonds of male responsibility for their mates and children. Cultural taboos and legal ties that performed that function have crumbled under the sexual revolution that the Western women inflamed by denying the fact that differences between men and women are not natural. We are repeating the same folly through GAD and WID experiments by our NGOs. This new tidal wave of dissatisfaction in Pakistani women, arguing that womanhood is but a "mystique," a construct designed by men and advertised by cultural and traditional values to keep females in servitude, is the result of the women organisations and activists who are either indoctrinated by their bosses in the West or blinded by the pursuit of easy dollars and cheap fame. Through gender and reproductive health training, staff of the NGOs is encouraged to ignore the concept of shame, honour and differences between the sexes and take the same lessons to the community. Once sex out of wedlock is declared not a matter of honour or shame; once sex is declared unexceptionable, how can a young woman justify to herself, let alone to any man, not wanting to engage in intercourse without love and before marriage? Holding a man from protecting the honour of his family by prohibiting his wife, sister and daughter from engaging in extra-marital relations leads to dire consequences for the women themselves. This way the women rights activists are subjecting our girls to crueller opprobrium today for their sexual modesty than ever they were for engaging in relations and sex out of wedlock. The Western example is before our eyes where the thwarted feminine nature reasserts itself in such "grotesquely distorted forms" as eating disorders and self-mutilation. According to GAD concept promoted by most of the NGOs, there is "no nature" and "nothing is natural." All our behaviours and attitudes are socially constructed and can be subjected to change. We must strive to abolish the differences between two sexes so as to become a good "gender neutral" society for perfect development. According to this doctrine, if some NGOs are distributing sewing machines or trying in other ways to implement women income generating schemes, they are simply "reinforcing the ideology that favours men." It's being suggested that women should rather be "trained in the field where men are already working so that they shall take over control and become empowered." GAD focuses on changing "status" of woman in Pakistan, not their "condition." And poverty alleviation projects are doomed to failure, as they cannot bring "radical changes" in society. They merely change "condition" of woman in Pakistan. This crusade through NGOs in the name of women rights for development is an awesome challenge to our society. This revolution is going to encourage the Western sponsored "reformers" and "re-interpreters" of religious matters. How far are they willing to compromise, modernise, and liberalise Islam and Pakistan is yet to be known. However, the directions from the Western Masters are clear: **abandon the Qur'an, forget about Sunnah and traditions. One world, one non-religion, dictated and colonised by one worldly super power is the answer. This is the New World order of things. Take it and survive through donations. Leave it and face sanctions and embargoes.** The debate and propaganda against Islam and our social norms as barriers to development and women rights will go on. Appeasement by Muslim "moderates" will increase by allowing Western culture and non-values to creep into our society – now through NGOs – that would soon be followed by suffocatingly permissive moral climate. TV plays, the content, dresses and discussion therein is a clear example of that. If there is any mass awareness and resentment about functions of such NGOs it will be suppressed by an "iron hand" in the name of "fundamentalism," using anti-terrorist aid from the final arbiters of what is terrorism and what is legitimate resistance against moral and social bankruptcy. With a little more economic aid and other incentives, consciences will be bought. Muslims will pass from slumber to deep sleep amid moral and societal recession. **For the Kingdom of Allah to prevail and for the irreligious rule of the NGOs to fail, it is responsibility of our religious leaders to do proper study into the activities and messages spread by the NGOs.** One sweeping statement that "all NGOs are bad" is neither enough nor servers the purpose. Our religious leader must be able to say exactly what is wrong and why. Only then will the masses be sensitised to such issues and become immune to the negative effects of insidious programmes and messages.

Our *Ulama* and NGOs.

Abid Ullah Jan

It has become almost a daily routine to observe many religious leaders busy in painting all NGOs a threat to our cultural and religious identity. On the other hand, many NGOs routinely describe *Ulama* as an ignorant lot who do not understand what development is all about. In a collective dereliction of civic duty, our NGOs have failed to properly educate the religious leaders about their activities and the *Ulama* have failed to pin point how NGOs are spawning moral and intellectual diseases which undermine Islam. NGOs might not wish to confront *Ulama* for they may have some dubious agendas, but our religious leaders need to understand the real nature of activities undertaken by the NGOs and then draw a clear line between acceptable and unacceptable activities and behaviour. The question is: How do we differentiate what is right and what is wrong in the NGOs and their activities. NGOs can broadly be classified into two main categories: development and advocacy NGOs. Development NGOs mainly undertake activities and programmes related to poverty alleviation, health, education, natural resources, etc., whereas NGOs involved in advocacy make deliberate efforts to influence the approach and instrumentalities by which major institutions and other actors impinge on public life. Although advocacy NGOs are the one involved in rejection of the very idea of truth – the laws of nature – but we must not approve all activities of the development NGOs as well because there might be a programme or an activity indirectly aimed at achieving the objective of undermining local institutions and religious norms of our society. Before criticizing NGOs, our religious leaders must clearly understand what they really need to attack in these organizations. Apart from the corruption associated with forming fake community organizations, delivering micro-credits to the rich or friends of the NGO staff, reporting fake community development schemes, sharing the funds allocated for such schemes with a few community members or returning the same funds to NGO as recovery of the disbursed micro-credit, conducting meaningless training just for the sake of training and over-budgeting the same to the donors; the most important aspect of some of the advocacy programmes related to "gender and development" is their sidelining religion. Before starting any discussion on training it is clearly stated that religion should not be brought into the discussion. Rejection of religion and faith thus depends on the denial of ultimate, oral truth and the adoption of moral relativism – i.e. the absence of absolute moral standards, the rejection of the existence of an objective, transcendent, universal moral order, the assertion that right and wrong are determined solely be personal or cultural preference according to circumstances. This picture is very much depicted by PTV's "Gender Watch" programme, if watched seriously. These messages are surely but subtly given to us in the PTV plays written by such liberal writers in a very sugarcoated way. Rejection of the absolute moral and religious values is the starting point. It is argued that everything is relative. Yesterday women were not allowed to go to school; today everyone proudly allows his daughters and sisters to go to school. So, today wearing jeans and bikinis are considered immodest, but tomorrow we might see Pakistani women bathing in bikinis on Clifton beech. **If there are no absolute standards applying to all cultures at all times, then how can we criticize alternative "lifestyle" choices such as, say Nazism or "Talibanism" and assert the superiority of America's liberal democracy over the congeries of corrupt, poverty-producing tyrannies that adorn the world's "rainbow of cultures"?**

The rejection of absolute moral standards by the advocacy NGOs undermines the civic virtue and moral strategic clarity. Virtue means conforming to certain standards of right. Absent those standards, others can be no virtue, and virtues such as courage become meaningless and purposeless. If Pakistan possesses no special moral worth, and if there is no right, how then can there be stout hearts devoted to its cause? Or how can we distinguish friends from enemies or achieving lasting peace? We went for Jihad against the Soviet Union, because we were told "the Russians do not believe in God and do not allow the Afghans to stick to their religion" and they "came to Afghanistan to save the regime in power." Today, the same is being preached to us by the US to keep religion aside and the same US is occupying Saudi Arabia and Kuwait to save their respective regimes. But the Afghanistan logic

Vol : 10 Regd. CPLNo. 127 No. 18

WEEKLY NIDA-I-KHILAFAT LAHORE

افہام و تفہیم

☆ تنظیم اسلامی غلبہ دین کے لئے کارکنوں کی تعداد بڑھنے کے انتظار میں کیوں ہے؟

☆ مشرکوں اور کافروں کو آخرت میں سزا کیوں ملے گی جبکہ ہدایت پر ان کا کوئی اختیار ہی نہیں؟

☆ اہل بیت سے کیا مراد ہے؟ ☆ کیا جنوں اور انسانوں کے لئے علیحدہ علیحدہ نبی ہیں؟

قرآن آڈیٹوریم میں ہفتہ وار درسِ قرآن کے بعد امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد سے سوال وجواب کی نشست

س : جنگ احد سے تو ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ کفار کے مقابلے میں مومنوں کو اپنی تعداد سے زیادہ اللہ پر بھروسہ کر کے میدان میں آنا چاہئے تو پھر آپ کی تنظیم شریعت کے نفاذ کی خواہش مند ہونے کے باوجود تعداد بڑھانے کے انتظار میں کیوں ہے؟ کہیں ایسا نہ ہو کہ وقت گزر جائے اور اللہ کا عذاب آ جائے۔

ج : دیکھئے آنحضور ﷺ نے بھی تو لوگوں کو اپنے ساتھ ملانے اور دعوت و تربیت میں پندرہ برس گزار دیئے۔ آپ نے مکہ میں باطل نظام کے خلاف تلوار نہیں اٹھائی' بلکہ ہاتھ تک نہیں اٹھایا اور کفار و مشرکین کی طرف سے ہر طرح کا ظلم و جور برداشت کرتے رہے۔ لیکن جب مدینہ جا کر آپ ؐ کے پاس انصار اور مہاجرین کی مناسب قوت جمع ہو گئی تو پھر آپ نے باطل کے خلاف اقدام کا معاملہ کیا۔۔۔۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر آپ کے پاس مناسب افرادی قوت جمع ہو جائے تو ہی کوئی صورت بن سکتی ہے کہ باطل نظام کو چیلنج کیا جائے۔ آپ اندازہ کیجئے اس وقت آپ کو جس کے مقابلے میں آنا پڑے گا وہ نظام باطل کی آلہ کار حکومت پاکستان ہے جس کے پاس پولیس' فوج اور ایئر فورس ہے۔ اس سے آپ اس کی طاقت کا اندازہ کر سکتے ہیں۔ آپ کو پہلے تو پولیس سے نپٹنا ہے اور اس سے آگے فوج کا سامنا بھی ہو سکتا ہے۔ اس لحاظ سے ہمیں تعداد کتنی چاہئے اس پر غور کرنا پڑے گا تاہم میری رائے یہ ہے کہ اگر کم و بیش دو لاکھ آدمی مرنے کے لئے تیار ہو جائیں تو ہم باطل نظام کو چیلنج کر سکتے ہیں۔

ظاہر بات ہے موجودہ صورت حال میں باطل نظام کو چیلنج کرنے کے لئے ایجی ٹیشن کا راستہ اختیار کرنا ہوگا۔ یہ مظاہرہ پر امن اور منظم گھیراؤ کے ساتھ ہوگا کہ اس نظام کو ہم نہیں چلنے دیں گے' ٹیکس نہیں دیں گے' بنکنگ اور جاگیرداری نظام نہیں چلنے دیں گے۔ اس گھیراؤ کے جواب میں اگر کارکنوں پر گولیاں چلائی جائیں' انہیں قتل کیا جائے یا جیلوں میں ٹھونسا جائے تو ہم ہاتھ بندھے رکھیں گے۔ یہ سارا تشدد یک طرفہ ہوگا' دو طرفہ نہیں۔ اس طریقہ سے کامیابی تب ہی ممکن ہے جب مناسب تیاری کر لی گئی ہو یعنی کم از کم دو لاکھ آدمی سر سے کفن باندھ کر نکلنے کے لئے تیار ہوں۔

س : حضور اکرم ﷺ کے اہل بیت سے کیا مراد ہے؟

ج : اہل بیت کا لفظ قرآن مجید میں بیویوں کے لئے آیا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی حضرت سارہ کو فرشتوں نے سلام کرتے ہوئے اہل البیت کہہ کر مخاطب کیا تھا۔ یاد رہے کہ ہمارے ہاں بھی عام طور پر ''گھر والے'' کا لفظ استعمال ہوتا ہے' جس سے بیوی ہی مراد لی جاتی ہے۔ اس اعتبار سے اصل اہل بیت تو حضورؐ کی ازواج مطہرات ہیں البتہ حضورؐ کو حضرت فاطمہؓ ' حضرت علیؓ اور اپنے دونوں نواسوں حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ سے خصوصی محبت تھی۔ آپؐ نے ایک مرتبہ ان سب کو ایک چادر میں جمع کر کے اور لپیٹ کر فرمایا تھا: ''**اللھم ھو لاء اھل بیتی**'' میں اس کا ترجمہ یوں کرتا ہوں کہ ''اے اللہ یہ بھی میرے اہل بیت ہیں'' یا ''ان کو بھی میرے اہل بیت میں شریک کر لے''۔ یہ آپؐ کی ان کے ساتھ خصوصی محبت اور شفقت کا مظہر تھا۔

س : ''ہدایت اللہ ہی کی طرف سے ہے' جس کو چاہے دے جس کو چاہے نہ دے'' اس اعتبار سے مشرکوں اور کافروں کو تو اللہ ہی کی طرف سے ہدایت نہیں دی جاتی تو پھر ان کو سزا کس بات کی جبکہ ان کا ہدایت پر کوئی اختیار ہی نہیں؟

ج : اللہ تعالیٰ ہدایت اس کو دیتے ہیں جو ہدایت کا طالب ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ خواہ مخواہ اس شخص کو ہدایت نہیں دیتے جس میں ہدایت کی طلب ہی نہ ہو یعنی اللہ زبردستی ہدایت نہیں دیتا۔

واضح رہے کہ ہمارے ہر عمل کے دو حصے ہوتے ہیں مثلاً میں نے گلاس اٹھایا' گلاس اٹھانے کے عمل کو دو حصوں میں تقسیم کر لیجئے۔ ایک یہ کہ میں نے ارادہ کیا کہ گلاس اٹھاؤں' دوسرا یہ کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اذن ہوا' تب جا کر میں اسے اٹھا سکا کیونکہ اذن رب کے بغیر تو ایک پتا بھی جنبش نہیں کر سکتا۔۔۔۔ اس کو میں ایسے بھی کہہ سکتا ہوں کہ میں نے یہ گلاس اٹھایا اور یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ اللہ نے مجھ سے یہ گلاس اٹھوایا۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر تو میں یہ گلاس نہیں اٹھا سکتا تھا۔

سورۂ صف میں آیا ہے: ''جب وہ ٹیڑھے ہو گئے تو اللہ نے ان کے دل بھی ٹیڑھے کر دیئے۔'' اس کا مطلب یہ ہے کہ پہلے انہوں نے اپنے لئے ٹیڑھ اختیار کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دل بھی ٹیڑھے کر دیئے ہیں یعنی ان کی سوچ کے سانچے بھی ٹیڑھے ہو گئے ہیں۔ لہٰذا اب ان کے دماغ میں صحیح بات اور سیدھی سوچ جا ہی نہیں سکتی۔ یہ دو طرفہ بات ہے جس میں آخری اختیار اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے۔ دوسرے الفاظ میں ہر کام میں ارادہ ہمارا ہوتا ہے لیکن اس کی تکمیل اللہ کی طرف سے ہوتی ہے۔

س : ایک صاحب نے سورۂ انعام کی روشنی میں انسانوں اور جنوں کے لئے علیحدہ علیحدہ نبیوں کا ذکر کیا ہے۔ آپ کا اس ضمن میں کیا خیال ہے؟

ج : میرا تو پختہ یقین وہی ہے جو تمام امت کا ہے۔ جنات میں کوئی نبی یا رسول نہیں آئے بلکہ جنات بھی انسانوں میں آنے والے انبیاء و رسل ہی کے تابع ہیں۔ انسانوں اور جنوں کے ضمن میں الگ الگ انبیاء و رسل کا عقیدہ رکھنا بڑی گمراہی ہے' اللہ تعالیٰ ہمیں اس گمراہی سے بچائے رکھے۔

(مرتب: انور کمال)